© rasailojaraid.com

(شرعی) قانون عقد وکالت

تحریر: مولانا ڈاکٹر عبدالواحد - مفتی جامعہ مدنیہ، لاہور

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونومن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهدان سيدنا و مولانا محمدا عبده ورسوله وصلى الله تعالى عليه وآله و صحبه اجمعين-

امابعد - وکالت کا لفظ سنتے اور پڑھتے ہی ہمارا ذہن عدالتی مقدمات کے وکیلوں اور انکم ٹیکس کے وکیلوں کی طرف فوراً منتقل ہوتا ہے - یہ غلط نہیں ہے لیکن وکالت کچھ اسی میں منحصر نہیں ہے بلکہ وکیل کو موکل کا قائم مقام اور نائب سمجھیں تو اور بہت سی صورتیں ہمارے ذہن میں بلا تکلف آتی چلی جائیں گی - نکاح میں وکیل کا ہم سنتے ہیں - کسی دوسرے کو طلاق کہنے یا طلاق نامہ لکھنے کو کہتے ہیں - گھر اور دکان کے ملازم کو اپنے لیے اشیاء کی خرید فروخت کے لیے نائب بناتے ہیں - کسی قابل اعتبار شخص کو زکواۃ دیتے ہیں تاکہ وہ اس کو شریعت کے حکموں کے مطابق تقسیم کر دے اور کسی رفاہی ادارے کو چندہ دیتے ہیں تاکہ وہ ہماری طرف سے دی ہوئی رقم کو رفاہ عامہ کے کاموں میں خرچ کرے - مضاربت و شرکت جیسے کاروباری معاملات میں وکالت پائی جاتی ہے - دلال اور ایجنٹس خواہ وہ کمیشن ایجنٹس ہوں یا کلیئرنگ ایجنٹس Clearing Agents ہوں وکیل ہی ہوتے ہیں - غرض وکالت کی ضرورت قدم قدم پر پڑتی ہے -

زیر نظر مقالہ میں ہم نے عقد وکالت ہی کے متعلق کچھ عام فہم باتیں لکھی ہیں - ان باتوں کو پیش کرنے میں فقہ حنفی ہمارے پیش نظر رہی ہے اس عقد میں ائمہ اربعہ کے اختلافات کا Scope کم ہونے کی وجہ سے اور اس وجہ سے بھی کہ ان کو ذکر کرنے سے سلاست اور روانی میں فرق پڑے گا اور نیز قارئین کو زیادہ فائدہ بھی نہیں کیونکہ جب تک دیگر ائمہ کی فقہ پر کماحقہ عبور نہ ہو نقل اور فہم دونوں میں مشکل پیش آتی ہے - اور قارئین کو علمی دشواری کے علاوہ کوئی عملی فائدہ بھی نہیں اس لیے ہم نے ائمہ اربعہ کے اختلافات ذکر کرنے سے اجتناب کیا ہے -

اس مقالہ کی تیاری میں زیادہ تر مندرجہ ذیل کتب سے مواد حاصل کیا گیا ہے۔

۱- کتاب الوکالۃ شرح مجلّہ - محمد خالد اتاسی

۲- فتاوی عالمگیری - کتاب الوکالۃ

۳- بدائع الصنائع للکاسانی کتاب الوکالۃ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴- وکالت بالخصوص اور وکالت طلاق کے عنوان کے تحت جدید مسائل اپنی فکر و تحقیق کا نتیجہ ہیں-

وکالت کے لغوی اور شرعی معنی

عربی لغت میں وکالت کا لفظ بول کر مندرجہ ذیل معنی مراد لیے جاتے ہیں :

۱- حفاظت

ارشاد الٰہی

حسبنا الله ونعم الوكيل اور لا اله الا هو فاتخذه وكيلا

فراء نے یہاں وکیل کا ترجمہ حفیظ سے کیا ہے- لہذا آیتوں کا ترجمہ یہ ہوا-

حسبنا الله ونعم الوكيل-

(کافی ہے ہمیں اللہ اور وہ بہترین حفاظت کرنے والا ہے)

لا اله الا هو فاتخذه وكيلا

(نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے لہذا تم اسی کو حفاظت کرنے والا پکڑو)

۲- اعتماد اور تفویض امر (یعنی معاملہ سپرد کرنا)

حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا-

انی توکلت علی الله ربی و ربکم

میں نے (اپنا معاملہ) اللہ کے سپرد کیا جو میرا رب اور تمہارا رب ہے-

شریعت میں وکالت کے لفظ کا استعمال ان دونوں ہی معنی میں ہوتا ہے یعنی وکیل کے سپرد تصرف اور حفاظت کو کرنے کو وکالت اور توکیل کہتے ہیں-

وکالت کی مشروعیت وجواز کے دلائل

قرآن پاک میں

۱- فابعثوا احدكم بورقكم هذه الى المدينة (سورہ کہف)

اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنا یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف-

۲- اجعلنى على خزائن الارض (سورہ یوسف)

(حضرت یوسف علیہ السلام نے) کہا مجھ کو مقرر کردو ملک کے خزانوں پر-

سنت میں

۱- عن حكيم بن حزام ان النبى صلى الله عليه وسلم بعثه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ليشترى له اضحية بدينار فاشترى اضحية فاربح فيها دينارا فاشترى اخرى مكانها فجاء بالاضحية والدينار الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ضح بالشاة وتصدق بالدينار (اعلاء السنن ص ۳۰۸' ۱۵

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکیم بن حزام کو ایک دینار میں قربانی کا جانور خریدنے کے لیے بھیجا- انہوں نے ایک جانور خریدا اور اس کو ایک دینار کے نفع میں فروخت کر دیا اور اس جانور کی جگہ ایک اور جانور خرید لیا- اور جانور اور دینار رسول اللہ صلی اللہ وسلم کے پاس لے آئے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بکری ذبح کر دو اور دینار صدقہ کر دو-

۲- عن عبدالله بن جعفر قال كان على بن ابى طالب رضى الله يكره الخصومة فكان اذا كانت له خصومة وكل فيها عقيل بن ابى طالب فلما كبر عقيل وكلنى (اعلاء السنن ص ۳۱۲' ۱۵)

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ مقدمہ بازی کو پسند نہیں کرتے تھے- اس لیے اگر ان کا کوئی جھگڑا ہوتا تھا تو اس میں وہ عقیل بن ابی طالب کو وکیل مقرر کرتے تھے- پھر جب عقیل بڑی عمر کے ہو گئے تو انہوں نے مجھے وکیل مقرر کیا-

۳- عن انس ان عمر اعطاه آنية مموهة بالذهب فقال له اذهب فبعها فباعها من يهودى بضعف وزنه فقال له عمر اردده فقال له اليهودى ازيدك فقال له عمر لا الا بوزنه (اعلاء السنن ص ۳۱۸' ۱۵)

انس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک سونا چڑھا برتن دیا اور کہا اس کو لے جا کر فروخت کر دو- انہوں نے ایک یہودی کے ہاتھ دوگنے وزن پر فروخت کیا- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ سودا واپس کر لو یہودی نے کہا کہ میں قیمت اور بڑھا دیتا ہوں- حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جواب دیا کہ نہیں مگر صرف اس کے وزن کے برابر-

اجماع

ان الامة قداجمعت على جوازها من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم الى يومنا هذا (عنایہ شرح ہدایہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہمارے دور تک امت نے وکالت کے جواز پر اجماع و اتفاق کیا ہے-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قیاس

اللہ تعالی نے انسانوں کو مختلف ہمتیں اور طبیعتیں عطا فرمائی ہیں۔ کسی کو قوت والا بنایا اور کسی کو کمزور۔ اس وجہ سے ہر شخص میں تمام کام خود کرنے کی آمادگی نہیں ہوتی اور نہ ہی ہر شخص تمام معاملات کو پورے طور پر سمجھنے اور ان سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ لہذا ضرورت ہوئی کہ کمزور اور صلاحیت سے محروم لوگ ایسے لوگوں کے سپرد اپنے کام کریں جو ضروری قوت و صلاحیت کے حامل ہیں۔

صفت وکالت

انها عقد جائز يملك كل من الموكل والوكيل العزل بدون رضا صاحبه (عنایہ شرح ہدایہ)

وکالت ایک جائز عقد ہے اور موکل و وکیل میں سے ہر ایک کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر معزولی کا حق حاصل ہے۔

تعریف وکالت

ایک شخص کا اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا اور دوسرے کو اپنا قائم مقام مقرر کرنا۔

حکم وکالت

جواز مباشرة الوكيل مافوض اليه (عنایہ شرح ہدایہ)

وکیل کے لیے سپرد کیے ہوئے کام کے کرنے کا جواز۔

اقسام وکالت[1]

۱۔ وکالت خاص: جس میں کوئی خاص کام وکیل کے سپرد کیا گیا ہو۔

۲۔ وکالت عام

موکل وکیل سے کہے کہ تم ہر کام میں میرے وکیل ہو اور تمہیں ہر کام اور معاملہ کی اجازت ہے، تو وکیل کو وکالت عامہ حاصل ہو گی۔ اس کے بجائے اگر موکل فقط یوں کہے کہ تم میری ہر شی میں وکیل ہو تو یہ وکالت خاص ہو گی اور صرف حفاظت کرانا مقصود ہو گا۔

وکالت عامہ کی تفصیل[2]

وکالت عامہ میں وکیل کو ایسے تصرفات مالیہ جن میں معاوضہ ہو جیسے بیع و شراء ان کا اختیار ہوتا

---

[1] [2] شرح مجلہ خالد اتاسی ص ۴۰۲ ج ۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔اسی طرح اس کو اختیار ہوگا کہ وہ مئوکل کے قرض پر قبضہ کر سکے اور اس کا تقاضا کر سکے۔ مئوکل کے ذمے جو قرض ہے اس کو ادا کر سکے۔مئوکل کے حقوق کا دعوی کر سکے۔مئوکل پر کئے گئے دعوی کا سماع کر سکے۔موکل پر جو قرض ہوں ان کا اقرار کر سکے اور یہ اقرار بھی صرف عدالت کے ساتھ خاص نہیں۔وکیل اپنے موکل کا نکاح کر سکتا ہے اور ایک کے بعد دوسری عورت سے بھی کر سکتا ہے اور طلاق یافتہ سے بھی کر سکتا ہے۔اگر موکل عورت ہو اور غیر منکوحہ ہو تو وکیل خود اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

البتہ وکالت عامہ کے حامل وکیل کو تبرعات مثلاً ہبہ کرنا' وقف کرنا' صدقہ کرنا' کل قرض معاف کرنا یا بعض قرض معاف کرنا ان کا اختیار نہیں ہوتا۔اسی طرح وکیل موکل کی بیوی پر طلاق بھی واقع نہیں کر سکتا۔اس وکیل کو یہ بھی اختیار نہیں کہ وہ موکل کے مال میں سے کسی کو قرض دے سکے یا عوض کے ساتھ مشروط ہبہ کر سکے کیونکہ یہ اگرچہ مآل کے اعتبار سے معاوضہ ہیں لیکن ابتداء میں تو ان میں تبرع کی صورت ہے۔

شرائط وکالت[1]

موکل سے متعلق شرائط

جس کام کے لیے وکیل بنا رہا ہے اس کو موکل خود کر سکتا ہو لہذا مجنون اور نا سمجھ بچے کی توکیل سرے سے صحیح نہیں ہوگی۔

سمجھدار بچے کی توکیل

تصرفات تین طرح کے ہیں اور ہر ایک میں توکیل کا حکم جدا ہے :

۱۔وہ تصرفات جن میں بچے کا محض ضرر ہے۔جیسے طلاق دینا ہبہ اور صدقہ کرنا۔چونکہ سمجھدار بچہ یہ تصرفات خود نہیں کر سکتا لہذا ان میں وہ توکیل بھی نہیں کر سکتا۔

۲۔وہ تصرفات جن میں بچے کا نفع ہے مثلاً ہبہ اور صدقہ قبول کرنا۔

بچہ یہ تصرفات خود بھی کر سکتا ہے اور ان میں دوسرے کو اپنا وکیل بھی بنا سکتا ہے۔

۳۔وہ تصرفات جو نفع و ضرر کے مابین دائر ہوتے ہیں یعنی ان میں کبھی نفع ہوتا ہے اور کبھی ضرر ہوتا ہے جیسے تجارت 'اگر بچے کو اپنے ولی کی جانب سے تجارت کرنے کی اجازت حاصل ہے تو اس کی توکیل صحیح ہوگی اور اگر اس کو اجازت حاصل نہیں ہے بلکہ اس پر پابندی ہے تو اس کی توکیل

---

[1] عالمگیری کتاب الوکالہ ج ۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی یتیم نے کسی کو وکیل بنایا اور اس کے ولی (Guardian) نے اجازت دیدی تو وکالت جائز ہوگی۔

مجنون کی توکیل

وہ مجنون جس کو جنون کے دورے بھی پڑتے ہیں اور افاقہ بھی ہوتا ہے اگر وہ جنون کی حالت میں توکیل کرے تو صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر افاقہ کی حالت میں کرے تو صرف اس وقت اس کی توکیل صحیح ہوگی جب دورے اور افاقے کے اوقات معلوم و معروف ہوں اور افاقہ کی حالت کی جنون کی حالت سے یقینی تمیز کی جاسکے۔

معتوہ یعنی ناقص العقل کی توکیل

یہ توکیل صحیح نہیں ہوتی۔

مرتد کی توکیل

مرتد مرد کی توکیل موقوف رہتی ہے۔ اگر وہ دوبارہ مسلمان ہو جائے تو توکیل نافذ ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس کو قتل کر دیا جائے یا اس کو موت آجائے یا وہ دارالحرب کے ساتھ لاحق ہو جائے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی توکیل جو کہ موقوف تھی باطل ہو جائے گی۔
اگر مرتد دارالحرب کے ساتھ لاحق ہوا پھر دوبارہ مسلمان ہو کر واپس آیا تو اگر مسلمان حکومت کی جانب سے دارالحرب کے ساتھ اس کے لحاق کا حکم نامہ جاری کیا جاچکا تھا تو وکالت باقی نہ رہی۔ لیکن اگر وہ مذکور حکم نامہ کے جاری کیے جانے سے پیشتر واپس آگیا تو اس کا وکیل وکالت پر برقرار رہے گا۔
اگر مرتد نے دارالحرب میں رہتے ہوئے دارالاسلام میں اپنے مال میں سے کسی شی کی فروخت کے لیے کوئی وکیل مقرر کیا تو وکالت صحیح نہیں ہوگی کیونکہ دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کی بنا پر اپنے مال سے اس کی ملکیت زائل ہو چکی ہے۔

مرتد عورت کی توکیل

مرتد عورت کی توکیل جائز ہے کیونکہ اس کے ارتداد سے اس کی ملکیت میں کچھ فرق نہیں پڑتا۔
اگر اس نے ارتداد اختیار کرنے سے قبل وکیل بنایا تو ارتداد کے بعد بھی اس کی توکیل باقی رہے گی۔
البتہ اگر مرتد عورت نے حالت ارتداد میں اپنا نکاح کرانے کے لیے کسی کو وکیل بنایا تو یہ توکیل باطل ہوگی اور اگر وکیل نے اس کا نکاح کر دیا تو نکاح جائز نہ ہوگا۔ لیکن اگر اس کے دوبارہ اسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبول کرنے کے بعد اس کا نکاح کیا تو جائز ہوگا۔
اس طرح اگر مسلمان عورت نے اپنے نکاح کے لیے کسی کو وکیل بنایا پھر وہ مرتد ہو گئی لیکن بعد میں دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ پھر اس کے بعد اس کے وکیل نے اس کا نکاح کیا تو یہ نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ عورت کے ارتداد کی وجہ سے نکاح کے وکیل کی وکالت ختم ہو چکی۔

ذمی کی وکالت

ذمیوں کی توکیل بھی مسلمانوں کی طرح جائز ہے کیونکہ مسلمانوں کے حقوق کی طرح ان کے حقوق کو بھی تحفظ اور رعایت حاصل ہے۔

وکیل سے متعلق شرائط

۱۔ وکیل صاحب عقل ہو۔ لہذا مجنون اور نا سمجھ بچے کو وکیل بنانا صحیح نہیں ہے۔
۲۔ بلوغت شرط نہیں ہے۔ لہذا سمجھدار بچے کو وکیل بنانا جائز ہے۔
سمجھدار بچے کو بیع کا وکیل بنایا تو اگر اس کو ولی کی جانب سے تجارت کرنے کی اجازت حاصل نہیں تھی تو عقد کے حقوق موکل کو لازم ہوں گے، بچے کو نہیں۔ البتہ اگر بچے نے قیمت یا خرید کردہ شی وصول کر لی تو جائز ہے۔
اور گر بچے کو تجارت کی اجازت حاصل تھی تو وکالت بیع میں خواہ بیع نقد ہو یا ادھار ہو ذمہ داری بچے پر ہوگی اور اگر وکالت شراء کی ہو تو نقد خریداری کی صورت میں قیاس کی رو سے ذمہ داری بچے پر نہیں ہوگی جب کہ استحسان کی رو سے اس پر ہوگی۔ اور ادھار خریداری کی صورت میں اگر بچے نے عقد کی اضافت موکل کی طرف کی تو بچے پر (قیمت کی ادائیگی کی) ذمہ داری نہیں ہوگی اور اگر عقد کی نسبت اپنی طرف کی تو ذمہ داری بچے پر ہوگی۔
۳۔ فی الجملہ وکالت کا علم ہونا بھی شرط ہے۔ خواہ وکیل کو، یا جس سے وکیل آگے معاملہ کرے اس کو علم ہو۔
حتی کہ اگر اپنی کوئی شی فروخت کرنے کے لیے ایک شخص کو وکیل بنایا اور وکیل نے اتفاق سے وکالت کا علم ہونے سے قبل اس شی کو فروخت کر دیا تو یہ بیع جائز نہ ہوگی یہاں تک کہ یا تو موکل اس بیع کی اجازت دے یا وکالت کا علم ہونے کے بعد خود وکیل اس بیع کی اجازت دیدے۔
۴۔ اگر دار الاسلام میں رہتے ہوئے ایک مسلمان نے دار الحرب میں موجود کسی حربی کو وکیل بنایا تو وکالت باطل ہے۔ اسی طرح اگر دار الحرب میں موجود حربی نے دار الاسلام میں موجود ایک مسلمان کو وکیل مقرر کیا تب بھی وکالت باطل ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۵-اگر حربی نے دار الحرب میں کسی مسلمان یا کسی ذمی یا کسی دوسرے حربی کو اپنا وکیل بنایا تاکہ وہ دار الاسلام میں موجود شخص کے ذمے قرض کا تقاضا کرے اور اس پر مسلمانوں کو گواہ بنایا- پھر اس کا وکیل مطالبہ کے لیے دار الحرب سے نکلا تو جائز ہے-

۶-اگر مسلمان یا ذمی کسی حربی بستامن (یعنی ویزا لے کر دار السلام میں آنے والے حربی) کو اپنا وکیل بنایا خواہ کسی مقدمہ کی پیروی کے لیے یا کسی شی کی خرید و فروخت کے لیے تو جائز ہے-البتہ جب حربی دار الحرب واپس پہنچ جائے گا تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی-

۷-مرتد وکیل بن سکتا ہے بایں طور کہ کوئی مسلمان اس کو وکیل بنائے-اسی طرح اگر وہ وکیل بنائے جانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا- تب بھی وہ بدستور وکیل رہے گا- البتہ اگر یہ مرتد وکیل دار الحرب کے ساتھ لاحق ہو جائے تو وکالت باطل ہو جائے گی-

۸-ایک مستامن نے دوسرے مستامن کو مقدمہ کی پیروی (خصومت) کے لیے وکیل بنایا- پھر خود موکل دار الحرب چلا گیا- وکیل مقدمہ کی پیروی کے لیے باقی رہا- تو اگر وکیل مدعی حق کی جانب سے ہے تو اس سے مقدمہ کی پیروی قبول ہوگی اور اگر مدعا علیہ کی جانب سے ہے تو مدعا علیہ (جو کہ حربی ہے) کے دار الحرب پہنچتے ہی وکالت باطل ہو جائے گی-اس کی وجہ یہ ہے کہ مقدمہ کی پیروی سے غرض فیصلہ حاصل کرنا ہوتا ہے جب کہ قاضی (مسلمان جج) کو اہل حرب پر فیصلہ لازم کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوتا-

۹-اگر مستامن نے کسی ذمی کو اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے یا اپنے قرض کا مطالبہ کرنے کے لیے وکیل مقرر کیا- پھر خود دار لحرب چلا گیا- تو وکالت باقی رہے گی-

موکل بہ سے متعلق شرائط

حق دو قسم کے ہوتے ہیں- حق اللہ اور حق العبد- پھر ان دونوں کی دو دو قسمیں ہیں:

حق اللہ کی دو قسمیں

پہلی قسم: جس میں دعوی شرط ہوتا ہے جیسے حد قذف اور حد سرقہ-

اس قسم میں امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمھا اللہ کے نزدیک ان حدود کے اثبات کے لیے توکیل جائز ہے- خواہ موکل حاضر ہو یا نہ ہو-

ان حدود کے مجرم پر حد کے نفاذ کے لیے توکیل اس وقت جائز ہوتی ہے جب موکل خود موجود ہو- اس کی عدم موجودگی میں صحیح نہیں-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری قسم : جس میں دعوی شرط نہیں ہے جیسے حد زنا اور حد شرب خمر- اس کے اثبات اور نفاذ دونوں کے لیے توکیل جائز نہیں ہے-

نوٹ : سرقہ میں اثبات مال کے لیے توکیل بالاتفاق جائز ہے-

حق عبد کی بھی دو قسمیں ہیں :

پہلی قسم : جس کی وصولی شبہ کے ہوتے ہوئے ممکن نہیں جیسے قصاص-

اس کے اثبات کے لیے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک توکیل جائز ہے-
اس کی وصولی کے لیے توکیل صرف اس وقت جائز ہے جب موکل خود موجود ہو- عدم موجودگی میں جائز نہیں-

دوسری قسم : جس کی وصولی شبہ کے ہوتے ہوئے ممکن ہے جیسے قرض' اشیاء اور دیگر حقوق- اس قسم میں ملکیت کے اثبات کی خاطر خصومت (مقدمہ کی پیروی) کے لیے توکیل جائز ہے-

دیگر حقوق جیسے بیع' شراء' اجارہ' نکاح' طلاق' خلع' صلح' عاریتاً دینے اور عاریتاً لینے ہبہ' صدقہ ودیعت رکھانے' حقوق پر قبضہ اور قرضے کے مطالبہ اور رہن رکھنے اور رکھانے کے لیے توکیل جائز ہے-

مباحات : مثلاً جنگل سے ایندھن کی لکڑیاں چننا' قدرتی گھاس کاٹنا' اور پانی نکالنا وغیرہ ان میں توکیل جائز نہیں- اور اگر توکیل کی تو اس صورت میں جو کچھ وکیل کے ہاتھ لگے گا وہ اسی کا ہوگا موکل کا نہیں ہوگا-

قرضے حاصل کرنے کے لیے توکیل جائز نہیں- جو قرضے ملیں گے وہ خود وکیل کے لیے ہوں گے-

طلب شفع کے لیے اور خریدی ہوئی شی کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کے لیے توکیل جائز ہے-

وکالت اور رسالت (پیغام رسانی) کے درمیان فرق

ایک شخص دوسرے کی بات تیسرے تک پہنچائے اس کو رسالت کہتے ہیں جب کہ پہنچانے والے کا عقد و تصرف میں کوئی دخل نہ ہو- پہنچانے والے کو مبلغ' اور پیغام رساں یا قاصد کہتے ہیں- جس کی بات ہو اس کو مرسل کہتے ہیں اور جس تک پہنچائی گئی ہو اس کو مرسل الیہ کہتے ہیں-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک شخص نے دوسرے کو کمیشن ایجنٹ کے پاس بھیجا تاکہ اس سے مثلاً کوئی گاڑی خریدے۔ قاصد نے جاکر کہاکہ فلاں شخص تم سے فلاں گاڑی خریدنا چاہتا ہے۔ دلال نے جواب دیا کہ میں نے اس کے ہاتھ اتنے میں یہ گاڑی فروخت کی لہذا تم جاکر اس کو بتادو اور یہ گاڑی اس کے سپرد کردو۔ جب قاصد واپس آکر گاڑی مرسل کے سپرد کردے اور مرسل سودا قبول کرلے تو مرسل اور دلال کے درمیان بیع منعقد ہوگئی۔ اس مثال میں بھیجا ہوا شخص قاصد ہے وکیل نہیں ہے۔

ایک شخص نے ایک قصاب سے کہاکہ تم میرے حساب میں میرے فلاں خادم کو اتنا گوشت روز دے دیا کرو۔ اور قصاب نے دینا شروع کردیا تو خادم قاصد اور پیغام رساں ہوگا مالک کا وکیل نہیں ہوگا۔ شرح مجلہ خالد اتاسی ص ۴۰۰ ج ۴)

فرق نمبر ۱: قاصد محض سفیر ہوتا ہے اور عقد و سودے سے متعلق حقوق سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا جب کہ وکیل خود عاقد (یعنی عقد کرنے والا) ہوتا ہے اور عقد سے متعلق حقوق اس کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔

قاصد کے سفیر محض ہونے کی وجہ سے ضروری ہوتا ہے کہ وہ عقد کی نسبت اپنے مرسل کی طرف کرے جب کہ وکیل عقد کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے موکل کی طرف نہیں کرتا۔

البتہ چند مواقع مثلاً نکاح، خلع، ہبہ، رہن وغیرہ میں وکیل کو عقد کی نسبت اپنے موکل کی طرف کرنا ہوتی ہے کیونکہ ان معاملات میں اس کی حیثیت سفیر محض کی ہوتی ہے۔ (ردالمحتار ص ۴۴۴ ج ۴)

فرق نمبر ۲: موکل وکیل کو معزول کردے تو جب تک وکیل کو معزولی کا علم نہ ہو وہ وکالت پر باقی رہتا ہے لیکن اگر مالک قاصد کو معزول کردے تو وہ علم ہونے سے پیشتر بھی معزول ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاصد مرسل کی بات کو پہنچانے والا اور اس کو نقل کرنے والا ہوتا ہے لہذا مرسل کا قاصد کو معزول کرنا درحقیقت عقد میں اپنے ایجاب کو واپس لینا ہے۔ کیونکہ جب تک دوسرا فریق قبول نہ کرے ایجاب کرنے والے کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنا ایجاب واپس کرلے۔ اس کے برخلاف وکیل کی اپنی عبارت ہوتی ہے اگرچہ عقد ایسا ہو جس میں حقوق کا تعلق عاقد سے نہ ہو جیسے نکاح وغیرہ کہ وکیل کی عبارت خود اس کی اپنی ہوتی ہے اور وہ مرسل کی عبارت کو نقل کرنے والا نہیں ہوتا۔ لہذا ایجاب میں توکیل نہیں ہوتی بلکہ ایجاب وکیل کیجانب سے ہوتا ہے۔ اس لیے جب تک اس کو معزولی کا علم نہ ہو وہ معزول شمار نہیں ہوتا۔

امر اور حکم کبھی وکالت کے لیے ہوتا ہے اور کبھی رسالت کے لیے

لہذا تعیین کے لیے فیصلہ قرائن سے کیا جاتا ہے مثلاً:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدیون و مقروض سے کہا کہ دین و قرض فلاں کے ہاتھ یا میرے یا اپنے بیٹے کے ہاتھ بھیج دو تو یہ وکالت نہ ہوگی - اور اگر لانے والے سے مال ضائع ہو گیا تو یہ مدیون کا مال ہوگا - اور اگر کہا کہ وہ دین فلاں کو یا میرے یا اپنے بیٹے کو دیدو اور وہ مجھے لاکر دیدے تو یہ توکیل ہوگی اور اگر لانے والے سے مال ضائع ہو گیا تو یہ قرضخواہ کا مال ضائع ہوا -

ایک شخص نے کپڑا فروش کے پاس تیسرے آدمی کے ہاتھ یہ تحریر بھیجی کہ مجھے فلاں کپڑا اتنی قیمت میں بھجوادو - کپڑا فروش نے تحریر لانے والے کے ہاتھ وہ کپڑا بھیج دیا تو وہ کپڑا آرڈر دینے والے کا مال اس وقت تک نہیں بنے گا جب تک اس کے پاس نہ پہنچ جائے کیونکہ تحریر لانے والا محض قاصد ہے - (شرح مجلہ خالد اتاسی ص ۴۰۹ ج ۴)

وکالت کے عمومی احکام

۱- ہبہ ' عاریت ' ودیعت و امانت رکھنا ' رہن ' قرض دینا ' شرکت ' مضاربت ' صلح عن انکار (یعنی دعوی تسلیم نہ کرتے ہوئے مال پر مصالحت کرنا) نکاح ' طلاق ' خلع ' صدقہ ' دین و قرض سے بری کرنا اور قتل عمد پر صلح کرنا -

ان عقود میں وکیل پر لازم ہے کہ وہ عقد کی اضافت موکل کی طرف کرے - اور اگر اس نے اضافت موکل کی طرف نہ کی تو عقد موکل پر نافذ نہیں ہوگا - (شرح مجلہ ص ۲۴۳ ج ۴)

یہ عقود پھر دو طرح کے ہیں :

قسم اول : وہ عقود جن میں اسقاط (ساقط کرنا) پایا جاتا ہے - وہ یہ ہیں ' مثلاً نکاح ' طلاق ' خلع دین و قرض سے بری کرنا اور قتل عمد پر صلح کرنا -

اس قسم کے عقود میں موکل کی طرف اضافت کرنے سے مراد یہ ہے کہ دوران عقد موکل کا ذکر کیا جائے خواہ وکیل فعل کی نسبت اپنی طرف کرے یا موکل کی طرف کرے - مثلا عورت کے وکیل نے اس کے شوہر سے کہا کہ تو اپنی بیوی سے دس ہزار پر خلع کرلے - شوہر نے جواب دیا کہ میں نے خلع کیا - اب وکیل کے یہ کہنے پر کہ میں نے قبول کیا عقد خلع مکمل ہو جائے گا - اور اگر اسی مسئلہ میں وکیل شوہر سے یوں کہے کہ تو دس ہزار پر خلع کرلے اور اپنی موکلہ کا ذکر نہ کرے تو خلع تام و مکمل نہیں ہوگا - اور اگر وکیل مرد و عورت دونوں کی جانب سے ہو اور یوں کہے کہ فلاں عورت نے اپنے شوہر سے اتنی رقم پر خلع کیا تو جائز ہوگا (کیونکہ وکیل نے اپنے دونوں موکلوں کا ذکر کیا ہے) -

ان عقود اسقاط میں موکل کی طرف اضافت شرط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ساقط ہونے والی شی فوری طور پر معدوم اور لاشی ہو جاتی ہے - مثلا خلع اسقاط نکاح ہوتا ہے - اور نکاح ساقط ہوتے ہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لاشی ہو جاتا ہے۔لہذا حکم (اسقاط نکاح) کا سبب (یعنی عقد خلع) کے ساتھ قران ضروری ہے۔ ایسے میں اگر سبب کو وکیل کی طرف منسوب مانیں تو ضروری ہوگا کہ حکم بھی اس کے ساتھ لاحق ہو۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں وکیل کے نکاح کا اسقاط مقصود نہیں ہے بلکہ موکل کے نکاح کا اسقاط مقصود ہے۔لہذا جب حکم یعنی اسقاط نکاح موکل کے ساتھ لاحق ہے تو ضروری ہے کہ سبب (یعنی عقد خلع) بھی اسی سے صادر ہو۔اسی لیے موکل کی طرف اضافت ناگزیر ہے۔اور وکیل خواہ مرد کا ہو یا عورت کا ہو عقد خلع میں اس کی حیثیت محض سفیر کی سی ہوتی ہے۔

اس طرح نکاح میں بھی اسقاط ہے اور وہ اس طرح کہ بضع (یعنی عورت کے عضو مخصوص) میں اصل حرمت ہے۔ نکاح اس حرمت کے لیے اسقاط ہے۔اس میں بھی موکل کا صریح ذکر ضروری ہے مثلاً وکیل یوں کہے کہ میں نے فلاں عورت کا تیرے ساتھ نکاح کیا۔

قتل عمد یعنی قصاص پر صلح کرنے میں وکیل مثلاً یوں کہے گا کہ فلاں شخص پر تو نے جو قصاص کا دعوی کیا ہے تو میں اس پر تیرے ساتھ مصالحت کرتا ہوں۔

قسم ثانی: وہ عقود جن میں تملیک پائی جاتی ہے خواہ کسی عین شی کی ہو یا منفعت کی یا حفاظت کی۔ اس قسم میں ہبہ، عاریت، امانت رکھوانا، قرض دینا، شرکت، مضاربت اور صلح عن انکار شامل ہیں۔

ان عقود میں وکیل اپنی طرف اضافت نہیں کرے گا بلکہ صرف موکل کی طرف اضافت کرے گا مثلاً یوں کہے گا کہ تو فلاں کو اتنا ہبہ کر دے، یا فلاں کے پاس اتنی ودیعت رکھ دے یا فلاں کو اتنا قرض دیدے۔ گویا ضروری ہے کہ وکیل کا کلام رسالت کے طریقے سے ہو اور یوں کہنا صحیح نہ ہوگا اور پیغام رسانی کہ فلاں کے لیے مجھے ہبہ کر دے یا فلاں کے لیے میرے پاس ودیعت رکھ دے۔

٢۔ بیع شراء، اجارہ اور صلح عن اقرار (یعنی دعوی کو تسلیم کرتے ہوئے مال پر مصالحت کرنا) ان میں عقد کی اضافت موکل کی طرف کرنا شرط نہیں ہے۔

پھر اگر وکیل نے اپنے موکل کی طرف نسبت نہیں کی اور خود اپنی طرف اضافت پر اکتفا کیا تو یہ بھی صحیح ہے اور عقد کے حقوق عقد کرنے والے کو یعنی وکیل کو حاصل ہوں گے۔اور اگر عقد کی اضافت موکل کی طرف کی ہو تو عقد کے حقوق موکل کو حاصل ہوں گے اور وکیل قاصد و مبلغ کی مانند ہوگا۔بہر حال دونوں صورتوں میں ملکیت موکل کے لیے ثابت ہوگی۔

مثلاً اگر بیع کے لیے وکیل نے موکل کا مال فروخت کیا اور عقد کی اضافت اپنی طرف کرنے پر اکتفا کیا اور موکل کی طرف اضافت نہیں کی تو وکیل پابند ہوگا کہ وہ مبیع (یعنی فروخت شدہ مال) مشتری کے سپرد کرے اور وکیل کو حق حاصل ہوگا کہ وہ مشتری سے ثمن طلب کرے اور اس پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قبضہ کر لے۔اگر فروخت شدہ مال کا کوئی حقدار نکل آیا اور اس نے عدالتی فیصلے کے ذریعہ مشتری سے اپنا مال لے لیا تو مشتری اسی وکیل سے ثمن کی واپسی کا مطالبہ کرے گا۔

اور اگر خریداری کے لیے وکیل مقرر ہو اور اس نے اپنے موکل کی طرف اضافت نہ کی ہو تو خرید کردہ مال پر قبضہ کرنے کا حق اس کو حاصل ہو گا اور بائع کو ثمن سپرد کرنے پر وکیل ہی کو مجبور کیا جا سکے گا اگرچہ ابھی تک خود وکیل نے موکل سے ثمن کی رقم حاصل نہ کی ہو۔اور اگر خرید کردہ مال میں کوئی عیب ظاہر ہوا تو وکیل کو حق ہو گا کہ وہ شی کو واپس کرنے کے لیے اقدامات اور مقدمہ کر سکے۔

لیکن اگر وکیل نے عقد کی اضافت اپنے موکل کی طرف کی اور یوں کہا کہ فلاں کی طرف سے وکیل ہو کر میں نے فروخت کیا یا میں نے فلاں کے لیے خریدا تو اس صورت میں مذکورہ بالا حقوق سب کے سب موکل کو حاصل ہوں گے اور وکیل کو محض قاصد (پیغام رساں) کی حیثیت حاصل ہو گی۔(شرح مجلہ ص ۴۲۶ ج ۴)

موکل کی طرف ان عقود کی اضافت شرط نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ معاوضات ہیں اور معاوضات میں حکم سبب سے جدا ہو سکتا ہے۔دیکھیئے اپنے لیے تین دن کے خیار کی شرط کرتے ہوئے ایک شخص بیع کرتا ہے تو اگرچہ سبب پایا گیا ہے لیکن حکم یعنی مبیع میں مشتری کی ملکیت ابھی تک حاصل نہیں ہوئی۔لہذا یہ ممکن ہے کہ سبب یعنی عقد بیع وکیل سے صادر ہو اور حکم یعنی ملکیت موکل کے لیے ثابت ہو۔

ان عقود میں بھی ملکیت صرف موکل کے لیے ثابت ہوتی ہے البتہ موکل کی طرف اضافت کی صورت میں اصالۃً موکل کے لیے ثابت ہوتی ہے اور وکیل کی طرف اضافت کی صورت میں موکل کے لیے وکیل کے نائب ہو کر نیابۃً ثابت ہوتی ہے۔یہی قول اصح ہے جب کہ دوسرا قول یہ ہے کہ ملکیت پہلے وکیل کے لیے ثابت ہوتی ہے پھر موکل کی طرف منتقل ہوتی ہے۔اس اختلاف کا ثمرہ ایک صورت میں نکلتا ہے۔جب ایک شخص نے اپنی بیوی کی طلاق کو معین شی کے مالک بننے کے ساتھ مشروط کیا۔پھر وکیل بن کر اس شخص نے وہی شی خریدی تو پہلے قول کے مطابق چونکہ وہ شی اس کی ملکیت میں داخل نہیں ہوئی لہذا طلاق واقع نہ ہو گی جب کہ دوسرے قول کے مطابق چونکہ وہ شی اس کی ملکیت میں آئی لہذا طلاق واقع ہو جائے گی۔(شرح مجلہ ص ۴۲۷ ج ۴)

۳۔بیع، شراء، دین کی ادائیگی، دین کی وصولی اور عین شی پر قبضہ کی وکالت کی صورت میں جس مال پر وکیل قبضہ کرے گا وہ اس کے قبضے کے دوران ودیعت و امانت کے حکم میں ہو گا۔لہذا اگر یہ مال وکیل کے پاس قدرتی طور سے ہلاک ہو گیا اور وکیل کی کسی زیادتی اور کوتاہی کو اس ہلاکت میں دخل نہ ہو تو وکیل پر تاوان نہیں آئے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حکم کی وضاحت میں یہ مثال ہے۔ایک شخص نے دوسرے کو موٹر سائیکل کی خریداری کے لیے کہااور اس غرض سے اس کو دس ہزار روپے دیے۔وکیل نے دس ہزار روپے اپنے گھر میں محفوظ جگہ رکھے اور بازار گیا۔وہاں موکل کے لیے موٹر سائیکل خریدی اور اس موٹر سائیکل پر رقم لینے کے لیے گھر آیا۔موٹر سائیکل کو محفوظ جگہ کھڑا کیا اور اس کو تالا لگایا۔گھر میں داخل ہو کر پتہ چلا کہ رقم چوری ہو گئی۔گھر سے باہر نکلا تو کوئی موٹر سائیکل چرا کر لے جا چکا تھا۔اب موکل وکیل کے پاس موٹر سائیکل لینے آیا اور بائع قیمت لینے آیا۔چونکہ یہ دونوں چیزیں وکیل کے پاس بطور ودیعت وامانت تھیں اور موٹر سائیکل کی خریداری اور چوری پر گواہ بھی ہوں اور گواہی دیتے ہوں تو وکیل پر تاوان نہیں آئے گا اور وہ موکل سے مزید دس ہزار روپے لے کر بائع کو دے گا۔(شرح مجلّہ ص ۴۴۳ ج ۴)

وکیل بیع نے برائے فروخت شے (مبیع) دلال کو دی تا کہ وہ خریداری میں دلچسپی رکھنے والے کو دکھائے۔دلال وہ شے لے کر چلا گیا اور اس کے پاس وہ شے ہلاک ہو گئی۔اس طرح دلال کو دینے کی موکل کی جانب سے صریح اجازت نہ ہونے کی صورت میں اگر رواج یہی جاری ہو کہ لوگوں کو دکھلانے کے لیے دلال کے سپرد کی جاتی ہے تو وکیل پر تاوان نہیں آئے گا اور اگر ایسا رواج نہ ہو تو وکیل پر تاوان آئے گا کیونکہ اس نے صریح یا دلالۃً اجازت کے بغیر شے کسی دوسرے کے سپرد کر کے شے کی حفاظت میں کوتاہی کی۔(شرح مجلّہ ص ۴۴۳ ج ۴)

اسی طرح وکیل بیع نے کہا کہ میں نے اجنبی شخص کے ہاتھ شے فروخت کی اور اس کے سپرد کی۔مشتری قیمت لانے کا وعدہ کر کے شے لے کر چلا گیا اور پھر پلٹ کر نہیں آیا تو وکیل پر تاوان آئے گا کیونکہ اس کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ قیمت پر قبضہ کیے بغیر مبیع اجنبی شخص کے حوالے کر دے۔(شرح مجلّہ ص ۴۴۳ ج ۴)

۴۔ایک سے زیادہ وکیل مقرر کرنے کی صورت میں احکام

(۱) ایک آدمی جب اپنے کام کے لیے دو شخصوں کو وکیل بنائے تو ان میں سے ایک کو اختیار نہ ہو گا کہ وہ تنہا اس کام کو کرے۔ وجہ یہ ہے کہ موکل دونوں کی رائے پر راضی ہوا ہے فقط ایک کی رائے پر نہیں اگرچہ موکل نے (مثلاً بیع و شراء و اجارہ وغیرہ میں) دونوں کے لیے عوض مقرر کر دیا ہو کیونکہ عوض کی مقدار کی تعیین عوض میں کمی و بیشی کے بارے میں رائے کے استعمال کے مانع نہیں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ شی زیادہ میں فروخت ہو سکے اور شراء کی صورت میں کم میں خریدی جا سکے) اسی طرح اس کو بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ کس شخص کے ہاتھ شی کو فروخت کرنا مناسب ہو گا اور کس شخص سے خریدنا زیادہ بہتر ہو گا۔

یہ حکم ایسے تصرف کا ہے جس میں رائے کی ضرورت ہوتی ہے (مثلاً بیع ' شراء ' اور اجارہ وغیرہ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور دو شخصوں کی رائے اکٹھی بھی ہو سکتی ہوں اور دونوں کی توکیل بھی ایک لفظ سے کی گئی ہو یعنی اکٹھی کی گئی ہو۔

اسی حکم میں یہ جو کہا گیا کہ ایک وکیل تنہا اس کام کو نہ کرے اس سے مراد یہ ہے کہ موکل پر اس کا تصرف نافذ نہیں ہوتا یہ نہیں کہ وہ تصرف صحیح نہیں ہوتا۔ ایک نے دوسرے کی موجودگی میں شی فروخت کی اگر دوسرے نے اس بیع کی اجازت دیدی تو جائز ہوگی ورنہ نہیں۔ اور اگر دوسرے کی عدم موجودگی میں ہو پھر دوسرا اس کی اجازت دیدے تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بیع جائز نہ ہوگی۔

اگر ایک وکیل دوسرے وکیل کے ہاتھ فروخت کردے تو یہ بھی جائز نہیں ہے۔

(ب) وہ تصرفات جن میں رائے کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے بغیر عوض کے طلاق دینا، ودیعت، عاریت، غصب شدہ شی، فاسد بیع سے خریدی ہوئی شی اور قرض کی واپسی اور ہبہ کی سپردگی۔ ان میں جب دو شخصوں کو وکیل بنایا ہو تو ان میں سے ایک وکیل تنہا تصرف کرسکتا ہے۔

طلاق کو بلا عوض کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ طلاق جو بالعوض ہو اس میں رائے کی ضرورت ہوتی ہے لہذا بالعوض میں ایک وکیل کا انفراد جائز نہیں ہوگا۔ اسی طرح طلاق میں معین بیوی کی قید بھی ضروری ہے کیونکہ غیر معین میں رائے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ودیعت و عاریت وغیرہ کو واپسی کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر ودیعت واپس لینی ہو یا قرض واپس لینا ہو تو تنہا ایک وکیل کا لینا جائز نہیں کیونکہ دونوں وکیلوں کا اس کے لیے اجتماع ممکن ہے اور موکل کی اس کے لیے دو وکیل مقرر کرنے میں معقول غرض بھی ہوتی ہے اور وہ یہ کہ دو کی حفاظت ایک کی حفاظت سے بہتر اور زائد ہوتی ہے۔ اور اگر ایک تنہا قبضہ کر ہی لے اور پھر اس کے قبضے کے دوران وہ مال ہلاک ہو جائے تو اس پر کل مال کا تاوان آئے گا۔ کیونکہ اس نے مالک (موکل) کی اجازت کے بغیر قبضہ کیا اس لیے کہ مالک نے دونوں کو اکٹھے قبضہ کرنے کا حکم دیا تھا علیحدہ علیحدہ ہو کر قبضہ کرنے کا نہیں کہا تھا۔ لہذا تنہا قبضہ کرنے کی صورت میں اس نے حکم کو پورا نہیں کیا بلکہ خلاف ورزی کی۔

(ج) وہ امور جن میں دونوں وکیلوں کا اکٹھے تصرف کرنا ممکن نہیں جیسے خصومت (یعنی مقدمہ کی پیروی) تو ان میں بھی تنہا ایک کا تصرف جائز ہے کیونکہ قاضی کی مجلس یعنی عدالت میں دونوں کا ٹھیک وقت کلام کرنا ممکن نہیں اس لیے کہ اس میں ایک تو شور و شغب ہوگا اور دوسرے قاضی و جج پر دونوں کی بات خلط ملط ہو جائے گی۔ لیکن چونکہ خصومت میں رائے کی ضرورت ہوتی ہے لہذا پیروی کرنے والے وکیل کو دوسرے وکیل کی رائے لینی بھی ضروری ہے۔ اس کے لیے پیروی کرنے والا وکیل عدالت میں حاضری سے پیشتر دوسرے سے تبادلہ رائے کرے گا۔ یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرط ہے- اس لیے اگر دوسرے وکیل کی رائے نہ لی تو حنفیہ کے نزدیک جائز نہ ہوگا- اپنی رائے دینے کے بعد دوسرے وکیل کی عدالت میں حاضری شرط نہیں ہے کیونکہ اس کے عدالت میں خاموش بیٹھ کر صرف کارروائی دیکھنے اور سننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے- الا یہ کہ دونوں کی حاضری سے فائدہ ہوتا ہو اور ایک سے دلائل دینے میں یا دفاع کرنے میں جو کمی رہ جائے' دوسرا اس کی تلافی کرے- البتہ جب مقدمہ ختم ہو جائے- اور مال پر قبضہ کرنے کا وقت آئے تو صرف ایک قبضہ نہ کرے بلکہ قبضہ کے وقت دونوں جمع ہوں- (شرح مجلہ ص ۸ ۴۳۸ ج ۴)

(د) ایک کام کے لیے پہلے ایک شخص کو وکیل بنایا پھر اسی کام کے لیے دوسرے کو بھی مستقل وکیل مقرر کیا تو ان میں سے جس نے بھی وہ کام کر دیا جائز ہے- وجہ یہ ہے کہ موکل ان میں سے ہر ایک کی توکیل کے وقت اس کی تنہا رائے پر راضی ہوا ہے- البتہ اگر دونوں کو ایک ہی کلام سے وکیل مقرر کیا اور یوں کہا کہ فلاں شی کی فروخت کے لیے میں نے تم دونوں کو وکیل مقرر کیا تو کوئی وکیل تنہا تصرف نہیں کر سکتا- فرق کی وجہ یہ ہے کہ وکالت کا حکم عین توکیل سے ثابت ہو جاتا ہے لہذا جب ہر ایک کے لیے علیحدہ عقد توکیل کیا تو ہر ایک کے لیے علیحدہ مستقل وکالت ثابت ہوئی جس کا دوسرے وکیل سے کوئی تعلق نہیں- اور جب ایک ہی کلام سے دونوں کو وکیل بنایا تو دونوں کے لیے ایک وکالت ثابت ہوئی للذا ایک دوسرے سے تنہا ہو کر تصرف نہیں کر سکتا- (شرح مجلہ ص ۹ ۴۳۹ ج ۴)

ایک شخص نے ایک کو اپنے حق پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنایا- پھر اس سے جدا ہو کر دوسرے کو اپنے قرض پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل بنایا- پہلے وکیل نے قرض کے علاوہ موکل کی کسی شی مثلاً گھڑی پر قبضہ کیا تو دوسرے وکیل کو اختیار نہیں ہوگا کہ وہ پہلے وکیل سے گھڑی لے کر اپنے قبضہ میں کرے کیونکہ گھڑی شی ہے قرض نہیں ہے-

ایک شخص نے ایک کو فلاں مقام میں فلاں کے قبضے میں موجود مکان پر قبضہ کرنے کا وکیل بنایا- پھر اسی مکان پر قبضہ کرنے کے لیے دوسرے کو وکیل بنایا- اگر دوسرے کی توکیل سے قبل پہلا قبضہ کر چکا تھا تو دوسرے کو حق ہوگا کہ وہ پہلے سے مکان اپنے قبضے میں لے لے- اور اگر پہلے کے قبضہ کرنے سے پیشتر دوسرے کی توکیل کی تو دوسرے کو وہ حق نہیں ہوگا کیونکہ پہلے کو اس پر قبضہ کرنے کا حق حاصل ہو چکا ہے- (شرح مجلہ ص ۹ ۴۳۹ ج ۴)

۵- وکیل کا تصرف کے لیے آگے کسی کو وکیل بنانا

ا- جو شخص کسی خاص کام کے لیے وکیل بنایا گیا ہو وہ اس کام کے لیے کسی اور کو وکیل نہیں بنا سکتا-

ب- البتہ اگر موکل نے وکیل کو توکیل کی یعنی آگے وکیل بنانے کی اجازت دی ہو یا اس سے کہا ہو کہ تم اپنی رائے پر عمل کرو تو اس صورت میں وکیل کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا سکتا ہے-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(شرح مجلہ ص ۲۴۲ ج ۴)

مذکورہ بالا دو قاعدوں اور حکموں سے مندرجہ ذیل تین مسائل مستثنیٰ ہیں :

(۱) موکل نے زکواۃ دینے کے لیے وکیل بنایا ہو تو یہ وکیل آگے اور شخص کو وکیل بنا سکتا ہے ۔ حتی کہ اگر وکیل نے آگے ایک کو وکیل بنایا پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو اور پھر تیسرے کو زکواۃ ادائیگی کے لیے سپرد کر دی تو جائز ہے اور موکل کی اجازت پر موقوف نہیں ہو گی خواہ موکل نے کسی معین حاجت مند کو دینے کا حکم کیا ہو یا کسی غیر معین حاجت مند کو ۔ وجہ یہ ہے کہ زکواۃ کی ادائیگی سے مقصود زکواۃ دینے والے کے حق میں بخل سے براءت اور لینے والے کے حق میں نفع ہے ۔ اور اس میں ایک نائب اور دوسرے نائب کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے ۔

(۲) وکیل بیع ہو اور وہ آگے دوسرے کو وکیل مقرر کر کے اس کے لیے قیمت فروخت متعین کر دے ۔ اس صورت میں وکیل ثانی کی بیع جائز ہو گی اور وکیل اول کی اجازت کی ضرورت نہ ہو گی ۔ وجہ یہ ہے کہ موکل کو وکیل اول کی رائے کی ضرورت بظاہر قیمت کے اندازے اور تعیین کے لیے ہوتی ہے اور یہ بات حاصل ہو گئی ہے ۔ اس کے برخلاف اگر موکل نے وکیل اول کے لیے خود قیمت کا تعین کر دیا ہو پھر وکیل ثانی نے (اپنے موکل یعنی) وکیل اول کی عدم موجودگی میں بیع کی تو اگرچہ وکیل ثانی نے اصل موکل کی بتائی ہوئی قیمت پر فروخت کیا ہو تب بھی بیع اس وقت تک جائز نہ ہو گی جب تک وکیل اول اس کی اجازت نہ دیدے ۔

فرق کی وجہ یہ ہے کہ موکل نے جب قیمت کی تعیین کر کے بیع تفویض کی تو اس کی غرض اپنی بتائی ہوئی قیمت سے زائد میں اور قیمت کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرنے والے مشتری کے اختیار میں وکیل کی رائے کو حاصل کرنا ہے (جو کہ حاصل نہیں ہوئی) اور جب موکل نے قیمت کی تعیین نہ کی ہو تو پھر موکل کی غرض عقد کے اہم ترین معاملہ یعنی قیمت کی تعیین میں وکیل کی رائے حاصل کرنا ہوتی ہے (اور یہ حاصل ہوئی ہے) ۔

(۳) دین و قرض پر قبضہ کرنے کے لیے وکیل ہو ۔ اگر وہ اپنے عیال میں سے کسی کو آگے وکیل بنا دے تو صحیح ہے اور مقروض بھی وکیل ثانی کو ادائیگی کر کے فارغ ہو جائے گا ۔ البتہ اپنے عیال سے خرج کسی شخص کو وکیل بنایا تو صحیح نہ ہو گا اور ایسے کو اگر مقروض نے قرض واپس دیا اور اس کے پاس وہ ہلاک ہو گیا تو موکل مقروض سے مطالبہ کر سکے گا اور مقروض وکیل اول سے مطالبہ کرے گا ۔

ان تین مواقع کے علاوہ میں موکل کی اجازت یا تفویض کے بغیر وکیل کی آگے توکیل صحیح نہ ہو گی کیونکہ موکل نے اس کو تصرف اور کام تفویض کیا ہے آگے وکیل بنانا نہیں ۔

اسی طرح وکیل ثانی کو وکیل اول کی اجازت کے بغیر آگے توکیل کا حق نہیں ہو گا اگرچہ وکیل اول

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے اس کو آگے وکیل بنانا تفویض بھی کیا ہو۔

تنبیہات [۱]

تنبیہ ۱ : موکل کی اجازت اور تفویض کے بغیر وکیل کی توکیل صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ توکیل نافذ نہیں ہوگی (اگرچہ فی نفسہ صحیح ہو جائے گی) حتی کہ اگر وکیل نے ان دونوں باتوں کے بغیر کسی کو آگے وکیل بنادیا اور پھر موکل نے اجازت دیدی تو توکیل نافذ ہو جائے گی۔

تنبیہ ۲ : عقد کے نفاذ کے لیے وکیل اول یا اس کے موکل کی اجازت ضروری ہے اگرچہ وکیل ثانی کے عقد کرنے کے وقت وکیل اول خود حاضر ہی ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وکیل اول کی توکیل جب صحیح نہ ہوئی تو وہ کالعدم ہوئی اور وکیل ثانی فضولی بنا۔ اور فضولی کا عقد اجازت دینے والے کی محض موجودگی سے پورا نہیں ہوتا بلکہ اس کی اجازت ضروری ہوتی ہے۔

تنبیہ نمبر ۳ : وکیل ثانی کا وہ عقد جو وکیل اول کی اجازت پر موقوف رہتا ہے اس سے مراد شراء (خریداری) کے علاوہ عقود ہیں کیونکہ شراء موقوف نہیں رہتی بلکہ عاقد یعنی وکیل ثانی پر نافذ ہو جاتی ہے۔

تنبیہ نمبر ۴ : عقد کی قید سے مندرجہ ذیل تصرفات خارج ہو گئے :

(۱) طلاق۔ جب وکیل اول نے دوسرے کو وکیل بنایا اور وکیل ثانی نے وکیل اول کی موجودگی میں طلاق دی تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ موکل نے طلاق کو وکیل اول کے الفاظ کے ساتھ مشروط کیا ہے کسی دوسرے کے الفاظ کے ساتھ نہیں اور طلاق ایسی چیز ہے جو شرط کے ساتھ مشروط ہو جاتی ہے۔

(۲) قرض سے بری کرنا یعنی قرض معاف کرنا۔

(۳) قرض کی ادائیگی۔

(۴) خصومت۔ اس میں دو قول ہیں۔ ایک قول کے مطابق وکیل اول کی موجودگی وکیل ثانی کی خصومت کے لیے کافی نہیں جب کہ دوسرے قول کے مطابق جائز ہے کیونکہ جب وکیل اول موجود ہے تو گویا خصومت اس نے خود کی ہے۔

د۔ موکل کے اجازت دینے یا یہ کہنے کہ تم اپنی رائے پر عمل کرو کے مطابق جب وکیل اول آگے کسی دوسرے کو وکیل بنالے تو وکیل ثانی بھی اصل موکل کا وکیل ہوگا۔ وکیل اول کا وکیل نہیں ہوگا حتی کہ وکیل اول کی معزولی سے یا وفات سے وکیل ثانی معزول نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی وکیل اول کے معزول کرنے سے وکیل ثانی معزول ہوگا۔

---

[۱] شرح مجلہ ص ۴۴۴ ج ۴

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

البتہ اگر موکل نے وکیل اول سے کہا ہو کہ تم جو چاہے کرو تو وکیل اول وکیل ثانی کو معزول کر سکتا ہے۔ ایک شخص نے دوسرے کو اپنی شی کی فروخت کے لیے وکیل بنایا اور اس سے کہا کہ تم جو چاہے کرو۔ اس وکیل نے آگے ایک اور شخص کو اس شی کی فروخت کے لیے وکیل مقرر کیا۔ پھر وکیل اول کی وفات ہو گئی تو وکیل ثانی کی وکالت قائم رہے گی۔ اور اگر وکیل اول نے (وفات نہ ہونے کی صورت میں) اس کو معزول کیا تو وکیل ثانی معزول ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اصل موکل وکیل ثانی کو معزول کر دے تب بھی وہ معزول ہو جائے گا خواہ وکیل اول وفات پا چکا ہو یا حیات ہو۔ وکیل اول کے معزول کرنے سے وکیل ثانی کی معزولی کی وجہ یہ ہے کہ جب موکل نے وکیل کو فعل سپرد کیا تو اس کے فعل پر راضی ہوا اور وکیل اول کا ثانی کو معزول کرنا اسی کا فعل ہے لہذا موکل کا اس پر راضی ہونا ثابت ہوا۔

۶- وکالت پر اجرت

جب وکالت پر اجرت شرط کی ہو اور وکیل نے وکالت پوری کر دی ہو تو وہ اجرت کا مستحق بن جاتا ہے اور اگر اجرت شرط نہ کی ہو اور وکیل بھی ایسا نہیں ہے جو اجرت پر کام کرتا ہو تو وہ متبرع (احسان کرنے والا) ہو گا اور اس کو اجرت کا مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہو گا۔ (مجلہ مادہ ۱۴۷۶)

اجرت میں مقرر کردہ اجرت اور اجرت مثل دونوں شامل ہیں۔ اگر وکیل کے ساتھ اجارہ کا معاملہ صحیح ہوا ہو بایں طور کہ وکالت اگر عمل پر ہو تو عمل کو کھول کر بیان کر دیا گیا ہو اور جھگڑے کی گنجائش باقی نہ رہی ہو اور اگر وکیل کی منفعت پر ہو تو مدت کا ذکر کیا گیا ہو۔ ایسی صورت میں مقرر کردہ اجرت واجب ہوتی ہے۔ اور اگر مذکورہ امور میں سے کوئی بات مفقود ہو تو اجارہ فاسد ہوتا ہے اور اجرت مثل واجب ہوتی ہے جو اجرت مقرر نہ کیے جانے کی صورت میں کل کی کل واجب ہوتی ہے اور اگر اجرت مقرر کی گئی ہو تو اس سے زائد نہ ہو گی۔

کبھی اجرت کی شرط دلالۃ بھی ہوتی ہے بایں طور کہ وکیل کا معمول ہو کہ وہ اجرت پر کام کرتا ہے۔ مثلاً وہ دلال ہو یا وکیل مقدمہ ہو۔ تو ایسا وکیل اپنے عمل پر اجرت کا مستحق ہو گا اگرچہ صراحۃ اجرت شرط نہ کی گئی ہو کیونکہ ضابطہ ہے کہ المعروف کالمشروط (جو عرف ورواج کے مطابق ہو وہ شرط کیے ہوئے کی مانند ہوتا ہے۔ شرح مجلہ ص ۵۴۵ ج ۴)

۷- وکالت میں وراثت جاری نہیں ہوتی یعنی وکیل مر جائے تو وکالت کا حکم ختم ہو جاتا ہے اور وکیل کا وارث اس کے قائم مقام نہیں بنتا۔ (مجلہ مادہ ۱۵۲۹)

وکیل کی معزولی

۱- موکل کا وکیل کو معزول کرنا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ا- موکل وکیل کو وکالت سے معزول کر سکتا ہے-
ب -البتہ اگر وکالت کے ساتھ کسی کا حق وابستہ ہو تو پھر موکل وکیل کو معزول نہیں کر سکتا-
مثلاً مقروض نے اپنا مال رہن (گروی) رکھا اور رہن رکھاتے ہوئے ایک اور شخص کو وکیل بنایا تاکہ وہ قرض کی ادائیگی کا وقت آنے پر رہن کو فروخت کر دے- تو موکل (جو کہ راہن بھی ہے) مرتہن کی رضامندی کے بغیر وکیل کو معزول نہیں کر سکتا-
اسی طرح اگر مدعا علیہ نے مدعی کے مطالبہ پر کسی کو خصومت (پیروئی مقدمہ) کے لیے وکیل مقرر کیا تو مدعی کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ وکیل کو معزول نہیں کر سکتا- اس کی وجہ یہ ہے کہ مدعی نے مدعا علیہ کا پیچھا اسی وجہ سے چھوڑا تھا کہ اس کو اعتماد ہو گیا تھا کہ وہ جب چاہے گا مدعا علیہ پر اس کے وکیل کے واسطے سے اپنا حق ثابت کر سکے گا- لہذا اگر مدعی کی عدم موجودگی میں مدعا علیہ کا اپنے وکیل کو معزول کرنا جائز ہو تو مدعا علیہ کے غائب ہو جانے پر مدعی کو نقصان ہو گا- البتہ اگر مدعا علیہ خود حاضر ہو یا وکالت مدعی کی طلب کے بغیر ہو یا وکیل مدعی کی جانب سے ہو تو پھر وکیل کو معزول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ پہلی صورت میں وہ خود مدعا علیہ سے خصومت کر سکتا ہے اور دوسری صورت میں چونکہ خود اس نے وکالت طلب نہیں کی لہذا اس کا حق وکالت کے ساتھ وابستہ نہیں ہے اور تیسری صورت میں معزولی خود مدعی کے اختیار میں ہے اور اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ وکیل کو معزول کر کے خود خصومت کرے بلکہ اس کو تو یہ اختیار بھی ہے کہ وہ خصومت کو بالکلیہ ترک کر دے-

وضاحت نمبر ۱: مدعی کی طلب پر خصومت کے لیے وکیل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مدعی مدعا علیہ سے کہے کہ مجھے ڈر ہے کہ تم غائب ہو جاؤ گے لہذا تم اپنا ایک وکیل مقرر کر دو تاکہ اگر تم غائب ہو جاؤ تو میں اس سے مخاصمہ کر سکوں اور میرے حق میں اس پر فیصلہ دیا جا سکے- اور اس طرح میں اپنا حق حاصل کر سکوں اور مدعا علیہ نے مدعی کو وکیل مہیا کر دیا- اس طرح سے مدعی کا حق وکالت کے ساتھ وابستہ ہو گیا اور اس کے علم میں لائے بغیر اس کے حق کو باطل نہیں کیا جا سکتا-

وضاحت نمبر ۲: مدعی کی طلب پر توکیل کی صورت میں جب مدعی کی موجودگی میں مدعا علیہ نے وکیل کو معزول کیا تو معزولی صحیح ہو گی خواہ مدعی اس پر راضی ہو یا نہ ہو- صحیح ہونے کی وجہ ہے کہ مدعی کو قدرت حاصل ہے کہ وہ اس وقت خود مدعا علیہ پر دعوی کر سکے- اور اگر توکیل قاضی کی طلب پر مدعی کی عدم موجودگی میں ہوئی ہو اور پھر قاضی کی موجودگی میں مدعا علیہ نے وکیل کو معزول کر دیا تو صحیح ہے خواہ مدعی کی موجودگی میں کیا یا اس کی عدم موجودگی میں کیا-

وضاحت نمبر ۳: یہ جو کہا کہ جب دوسرے کا حق وکالت کے ساتھ وابستہ ہو تو موکل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکیل کو معزول نہیں کر سکتا اس میں دوسرے سے مراد موکل کے ماسوا شخص ہے (جس میں وکیل بھی داخل ہے) لہذا اگر خود وکیل کا حق وکالت کے ساتھ وابستہ ہو اس وقت بھی موکل وکیل کو معزول نہیں کر سکتا۔ مثلاً وکیل کو حکم دیا کہ وہ اس کا سامان فروخت کر دے اور سامان کی قیمت میں سے اپنا قرض وصول کر لے تو اب موکل وکیل کو معزول نہیں کر سکتا۔ یہ اس صورت میں ہے جب قرض موجل نہ ہو۔

۲۔ وکیل کا خود اپنے آپ کو معزول کرنا

وکیل خود اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے الا یہ کہ اس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق وابستہ ہو تو اس صورت میں وکیل کو وکالت پوری کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

مثلاً رہن کے فروخت پر جو وکیل مقرر کیا گیا ہو اس کا اپنے آپ کو معزول کرنا صحیح نہیں اگرچہ مرتہن کی موجودگی میں ہو۔ البتہ اگر مرتہن راضی ہو جائے تو صحیح ہے۔

اسی طرح مدعی کی طلب پر مدعا علیہ نے خصومت کے لیے جو وکیل مقرر کیا ہو وہ اگر اپنے آپ کو معزول کرے تو صحیح نہیں اگرچہ مدعی کی موجودگی میں ہو' الا یہ کہ مدعی راضی ہو جائے۔

ان دونوں مثالوں میں مرتہن اور مدعی کی عدم رضامندی کی صورت میں مدعا علیہ کی عدم موجودگی میں وکیل کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ وکالت کو پورا کرے۔

۳۔ جب موکل وکیل کو معزول کرے تو جب تک وکیل کو معزولی کی خبر نہ پہنچے وہ اپنی وکالت پر برقرار رہے گا اور اس وقت تک اس کا کیا ہوا تصرف بھی صحیح ہو گا۔

اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں :

(۱) قصداً معزول کرنا ایسا خطاب ہے جو مقصود (یعنی معزولی) کو لازم کرتا ہے۔ اور خطاب کا حکم یہ ہوتا ہے کہ وہ جب تک مخاطب کو نہ پہنچ جائے مخاطب کے حق میں ثابت نہیں ہوتا۔

(۲) معزول کا علم ہونے سے پیشتر ہی اگر وکیل کو معزول سمجھا جائے تو اس میں وکیل کا نقصان ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے معزولی کے وقت کے بعد لیکن اس کا علم ہونے سے پیشتر تصرف کر لیا ہو۔ اگر معزولی کو مان لیا جائے تو اس صورت میں وکیل پر تاوان آئے گا حالانکہ شریعت نقصان و ضرر کو دفع کرتی ہے۔

۴۔ البتہ اگر معزولی حکمی ہو جیسے موکل کی وفات ہو جائے یا وہ مجنون ہو جائے تو اس صورت میں وکیل کو اس کا علم ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں معزولی موکل میں اہلیت کے باقی نہ رہنے کی وجہ سے لازمی نتیجہ کے طور پر ہے۔ لہذا وکیل کی معزولی علم پر موقوف نہیں ہو گی۔

۵۔ معزولی بالمشافہ معزول کرنے سے اور تحریر سے اور پیغام رساں کے ذریعہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اور پیغام رساں خواہ عادل ہو یا نہ ہو اور خواہ بالغ ہو یا نابالغ ہو اور خواہ وکیل نے اس کو سچا

©rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جانا ہو یا جھوٹا جانا ہو - ایک ہی حکم ہے - اور اگر فضولی (غیر متعلقہ شخص جس نے وکالت سے معزول کرتے ہوئے موکل کو سن لیا ہو لیکن پیغام رسانی کے لیے اسے نہ کہا ہو - اس نے آ کر خبر دی ہو اس صورت میں یا تو وہ دو غیر معروف شخص ہوں یا ایک عادل شخص ہو اس وقت اس خبر کا اعتبار ہو گا - (شرح مجلّہ ص ۵۲۲ ج ۴)

۶ - موکل کا وکالت سے انکار کرنا اور وکیل سے یوں کہنا کہ میں نے تمہیں وکیل نہیں بنایا یہ بھی معزولی شمار ہو گی -

۷ - وکیل کا وکالت کو قبول کرنے کے بعد موکل کی موجودگی میں یہ کہنا کہ میں نے اپنی وکالت کو لغو کیا یا میں وکالت سے بری ہوں تو یہ معزولی نہ ہو گی - (شرح مجلّہ ص ۵۲۲ ج ۴)

۸ - ایک شخص کو شرط کے ساتھ مشروط وکالت کا وکیل بنایا مثلاً اپنا سامان ایک شخص کو دیتے ہوئے کہا کہ اگر فلاں تاریخ تک تمہارے پاس زید نہ آئے تو تم اس سامان کو فروخت کر دینا - پھر شرط کے پائے جانے سے پیشتر وکیل کو معزول کر دیا تو صحیح ہے -

۹ - موکل کو اختیار ہے کہ وہ مقروض کی عدم موجودگی میں قرض پر قبضہ کرنے کے اپنے مقرر کیے ہوئے وکیل کو معزول کر دے - لیکن اگر قرض خواہ نے اس وکیل کو مقروض کی موجودگی میں مقرر کیا تھا تو مقروض کو خبر ہونے سے پہلے وکیل کو معزول کرنا صحیح نہیں ہے - اس صورت میں اگر مقروض نے معزولی کا علم نہ ہوتے ہوئے وکیل کو قرض واپس کیا تو مقروض بری متصور ہو گا - اس کی وجہ یہ ہے کہ معزولی کے صحیح ہونے کی صورت میں مقروض کو ضرر بھی ہے اور دھوکا بھی ہے کیونکہ مقروض نے قرض کی رقم اس کے وکیل ہونے کے علم کی بنیاد پر دی تھی - لہٰذا اگر اس کے علم کے بغیر معزولی کو صحیح قرار دیا جائے تو اس کے ساتھ دھوکا ہو گا -

۱۰ - مقروض نے ایک شخص کو کچھ مال دیا اور اس کو وکیل بنایا کہ وہ قرض خواہ کو وہ مال دیدے - اتنے میں قرض خواہ نے مقروض کو قرض ہبہ کر دیا - اگر وکیل نے ہبہ کا علم ہوتے ہوئے وہ مال قرض خواہ کو دیا تو وکیل پر تاوان آئے گا اور اگر اس کو ہبہ کا علم نہ تھا تو اس پر تاوان نہیں آئے گا -

۱۱ - ا - جب وکیل اپنے آپ کو وکالت سے معزول کرے تو اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ موکل کو اپنی معزولی کی خبر دے اور موکل کو خبر پہنچنے سے پہلے وکالت وکیل کی ذمہ داری میں قائم رہتی ہے - (مجلّہ مادہ ۱۵۲۴)

یہ حکم منحصر ہے معین شے کی خرید کے وکیل میں اور خصومت کے وکیل میں - مثلاً ایک معین گاڑی خریدنے کے لیے وکیل بنایا - وکیل موکل کی عدم موجودگی میں اپنے آپ کو معزول کر لے اور موکل کو علم ہونے سے پیشتر وہ گاڑی اپنے لیے خرید لے تو معزولی صحیح نہ ہو گی اور خریداری موکل کے لیے متصور ہو گی - اسی طرح ایک کو خصومت کے لیے وکیل بنایا - موکل کی عدم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موجودگی میں وکیل اپنے آپ کو معزول کرے تو جب تک موکل کو خبر نہ پہنچ جائے ---وہ معزول شمار نہ ہوگا-(شرح مجلہ ص ۵۴۳ ج ۴)

ب-مذکورہ بالا دو مواقع کے علاوہ مواقع میں وکیل اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے اگرچہ موکل کو اس کا علم نہ ہو اور وہ مواقع یہ ہیں-غیر معین شے کی خرید کے لیے وکالت' موکل کے مال کی بیع کے لیے وکالت' نکاح اور طلاق کے لیے وکالت (شرح مجلہ ص ۵۴۳ ج ۴)-

وکالت کن امور سے ختم ہوتی ہے

وکالت مندرجہ ذیل امور سے ختم ہو جاتی ہے-(بدائع الصنائع ص ۳۷ تا ۳۹ ج ۶)

۱-موکل کا وکیل کو معزول کر دینا-

۲-وکیل کا خود اپنے آپ کو معزول کرنا اور اپنے آپ کو وکالت سے نکالنا

ان دو امور کے بارے میں تفصیلی کلام پہلے گزر چکا ہے-

۳-وکیل کے تصرف سے پیشتر موکل کا خود توکیل شدہ تصرف کرنا-

اس کی چند مثالیں یہ ہیں :

'ایک شے کی فروخت کے لیے وکیل بنایا پھر موکل نے خود اس شی کو فروخت کر دیا یا کسی کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا-

وکیل کو رقم دی تاکہ وکیل موکل کا قرضہ ادا کر دے- پھر وکیل کی ادائیگی کرنے سے پیشتر موکل نے خود قرض ادا کر دیا-

وکیل کو حکم دیا کہ وہ اس کی بیوی سے خلع کرا دے اور پھر موکل نے خود اس سے خلع کر لیا-

۴-توکیل شدہ شی کا متغیر ہو جانا

انگور کے رس کی فروخت کے لیے وکیل مقرر کیا اور وہ رس سرکہ بن گیا تو وکالت ختم ہو گئی-

کسی کے باغ میں کھجور کے شگوفوں کی فروخت یا خرید کے لیے وکیل مقرر کیا-وکیل کے تصرف سے پہلے وہ کچی یا پکی کھجوروں میں تبدیل ہو گئے تو وکالت ختم ہو جائے گی-

۵-موکل کا توکیل شدہ تصرف سے مانع کوئی تصرف کرنا

کسی خاص عورت سے نکاح کروانے کے لیے وکیل مقرر کیا پھر خود اس عورت کی ماں سے یا اس کے ذی رحم محرم مثلاً خالہ' بھانجی' پھوپھی یا بھتیجی سے نکاح کر لیا-

معین گندم کی فروخت کے لیے وکیل بنایا پھر اسی گندم کا آٹا یا ستو پسوا لیا-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶-توکیل شدہ شی کی ہلاکت

مثلاً اپنی بھینس فروخت کرنے کے لیے وکیل بنایا- وکیل کے فروخت کرنے سے پہلے بھینس مرگئی تو وکالت باطل ہو جائے گی کیونکہ ہلاک شدہ شی میں تصرف کرنا متصور نہیں ہے-

۷-موکل کی موت

چونکہ وکیل کی وکالت کے باقی رہنے کے لیے موکل کی اہلیت کا باقی رہنا شرط ہے جب کہ موت سے اہلیت باقی نہیں رہتی-لہذا موکل کی موت سے وکیل کی وکالت ختم ہو جائے گی خواہ وکیل کو موت کا علم ہو یا نہ ہو-اسی لیے اگر قرض خواہ مرگیا اور مقروض کو علم نہ ہوا اور اس نے قرض خواہ کے وکیل کو قرض واپس کیا تو مقروض کا ذمہ بری نہ ہوگا کیونکہ قرض خواہ کی موت سے اس کے وکیل کی وکالت ختم ہو چکی تھی-وہ وکیل سے رقم واپس لے سکتا ہے-اور اگر مقروض کو قرض خواہ کی موت کا علم تھا پھر اس نے وکیل کو قرض ادا کیا جو وکیل کے پاس ہلاک ہو گیا تو مقروض وکیل سے تاوان نہیں لے سکتا-

۸-وکیل کی موت

۹-موکل کا جنون مطبق

وکالت کے ختم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جنون مطبق سے بھی اہلیت باطل ہو جاتی ہے-جنون مطبق کی حد پورا ایک سال ہے-جنون مطبق سے صرف وہ وکالت ختم ہوتی ہے جو غیر لازم ہو بایں طور کہ موکل کو کسی بھی لمحہ وکیل کو معزول کرنے کا اختیار ہو جیسے مدعی کی جانب سے مقرر کردہ وکیل خصومت-اور اگر وکالت لازم ہو بایں طور کہ موکل وکیل کو معزول نہ کر سکتا ہو جیسے وہ عادل شخص جس کو وکیل بنایا گیا ہو کہ وہ وقت آجانے پر رہن کو فروخت کر دے اور یہ توکیل رہن کا معاملہ کرتے ہوئے شرط کی گئی ہو تو موکل کے جنون سے اگرچہ وہ مطبق ہو وکالت ختم نہیں ہوتی-

۱۰-وکیل کا جنون مطبق

جنون مطبق میں اگر وکیل کی یہ حالت ہو کہ اس کو نیابت اور خرید و فروخت کی کچھ سمجھ نہ رہی ہو تو وکالت ختم ہو جاتی ہے-اور اگر یہ حالت ہو کہ نیابت اور خرید و فروخت کی سمجھ قائم ہے اور جنون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا اثر اور معاملات میں ہوتا ہے تو موکل کی رضامندی ہو تو وکیل وکالت پر بحال رہے گا اور اس کی خرید و فروخت بھی صحیح ہو گی- البتہ اگر موکل راضی نہ ہو تو وکالت ختم ہو جائے گی-

۱۱- انتہائے عقد شراکت

عقد شراکت کے تحت جو وکالت کی گئی ہو وہ شریکوں کے جدا ہونے سے ختم ہو جاتی ہے اگرچہ وکیل کو ان کے جدا ہونے کا علم نہ بھی ہوا ہو-

۱۲- موکل کا مرتد ہو کر دارالحرب کے ساتھ لاحق ہو جانا

اس صورت میں وکالت کا ختم ہونا--- امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک وکالت ختم نہیں ہوتی کیونکہ ان کے نزدیک مرتد کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں-

اگر موکل عورت ہو اور وہ مرتد ہو جائے تو وکالت قائم رہے گی یہاں تک کہ موکلہ فوت ہو جائے یا وہ دارالحرب کے ساتھ لاحق ہو جائے- اس بات پر سب کا اتفاق و اجماع ہے کیونکہ عورت کا ارتداد اس کے تصرفات کے نفاذ سے مانع نہیں ہوتا-

۱۳- وکیل کا مرتد ہو کر دارالحرب کے ساتھ لاحق ہو جانا

وکیل اگر مرتد ہو کر دارالحرب کے ساتھ لاحق ہو جائے تو جب تک حکومت (یعنی دارالاسلام کی حکومت) اس کے دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کا حکم نہ لگائے وکیل وکالت سے نہ نکلے گا-

البتہ دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کے بعد اس کے لیے تصرف کرنا جائز نہیں الا یہ کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کر کے دارالاسلام میں واپس آ جائے- اس صورت میں امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک مانع کے زائل ہونے سے وکالت واپس لوٹ آئے گی جب کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک دارالحرب کے ساتھ لاحق ہونے کی وجہ سے اس پر مردہ کا حکم لگا اور اس کی ہر قسم کی ولایت' اختیار جس میں توکیل بھی ہے ختم ہو گئی- اور ولایت ایک دفعہ باطل ہونے کے بعد دوبارہ لوٹتی نہیں ہے-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خاص خاص وکالتیں

وکالت بالشراء

قرآن پاک میں ہے۔

فابعثوا احدکم بورقکم هذه الی المدینة

اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنا یہ روپیہ دے کر شہر کی طرف۔

حدیث میں ہے۔

عن حکیم بن حزام ان النبی صلی الله علیه وسلم بعثه لیشتری له اضحیة بدینار فاشتری اضحیة فاربح فیها دینارا فاشتری اخری مکانها فجاء بالاضحیة والدینار الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال ضح بالشاة و تصدق بالدینار۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار کے عوض قربانی کا جانور خریدنے بھیجا۔ انہوں نے ایک جانور خریدا اور اس کو دو دینار میں فروخت کر دیا۔ پھر ایک دینار میں ایک اور جانور خرید لیا۔ اور ایک جانور اور ایک دینار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بکری کو ذبح کر دو اور دینار صدقہ کر دو۔

۱۔ وکالت بالشراء کی دو قسمیں ہیں: وکالت عامہ اور وکالت خاصہ

وکالت عامہ: شراء میں وکالت عامہ یہ ہے کہ موکل وکیل کو کہے کہ تمہاری جو رائے ہو وہ میرے لیے خرید لو۔ یہ وکالت صحیح ہے کیونکہ موکل نے معاملہ کو وکیل کی رائے کی طرف تفویض کیا ہے۔ لہذا وکیل جو شی بھی خریدے گا اس میں امر پایا جائے گا۔ یہی حکم اس وقت بھی ہے جب موکل کہے کہ میرے لیے دس ہزار کے کپڑے خرید لو یا جانور خرید لو یا اشیاء خرید لو یا جو تو چاہے یا جو تیری رائے ہو یا جس کا اتفاق ہو وہ خرید لو۔

اور اگر فقط اتنا کہا کہ اس رقم سے میرے لیے خریداری کر لو تو از روئے استحسان یہ وکالت عامہ بھی صحیح ہے کیونکہ اس میں بھی تفویض عام ہے گویا کہ موکل نے یوں کہا کہ تو میرے لیے جو تیری رائے ہو خرید لے۔ (شرح مجلّہ ص ۷۴۴ ج ۴)

وکالت خاصہ: شراء میں وکالت خاصہ یہ ہے کہ موکل وکیل سے یوں کہے کہ تو میرے لیے کپڑا خرید لے یا تو میرے لیے بکری خرید لے یا گاڑی خرید لے یا مکان خرید لے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکالت خاصہ کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ موکل کا یہ علم اس طرح سے ہونا چاہیے کہ وکالت کو پورا کرنا ممکن ہو- مثلاً یہ کہ اس کی جنس معلوم ہو اور اگر اس کی جنس کا بیان کافی نہ ہو بایں طور کہ اس کی انواع متفاوت ہوں تو ضروری ہے کہ یا تو اس کی خاص نوع کا ذکر کیا جائے یا اس کی قیمت بتادی جائے جس سے نوع کی تعیین ہو سکے- اگر جنس کا علم نہ ہو یا جنس کے بیان کے کافی نہ ہونے کی صورت میں نوع کی تعیین بھی نہ ہو تو وکالت صحیح نہ ہو گی-

غرض حاصل یہ ہے کہ جہالت اور لاعلمی ایسی ہو کہ جو امتثال امر سے مانع ہو اور اس جہالت کا تدارک نہ کیا جاسکتا ہو تو وکالت صحیح نہیں ہو گی ورنہ صحیح ہو گی- مذکور حاصل کی وضاحت میں یہ تفصیل ہے کہ جہالت کی تین قسمیں ہیں :

۱- جہالت کثیرہ (یا فاحشہ)

وہ یہ ہے کہ موکل بہ کی جنس کا ہی علم نہ ہو- مثلاً قربانی کے موقع پر موکل یوں کہے کہ میرے لیے ایک جانور خرید لینا- اب معلوم نہیں کہ اس کی کیا مراد ہے بکرا ہے یا گائے ہے یا اونٹ ہے یا کہا کہ میرے لیے کپڑا خرید لینا- اب معلوم نہیں کہ گرمی کا کپڑا ہو یا سردی کا ہو پہننے کا ہو یا بچھانے کا ہو کیونکہ فقہ کی اصطلاح میں اغراض و مقاصد کے اختلاف سے جنس کا اختلاف ہوتا ہے- یہ جہالت وکالت کے صحیح ہونے سے مانع ہوتی ہے-

۲- جہالت قلیلہ (یسیرہ)

یہ وہ جہالت ہے جو فقط نوع میں ہوتی ہے یعنی نوع معلوم ہے البتہ صنف و قسم معلوم نہیں جیسے وکیل بنایا کہ میرے لیے ایک بکرا خرید لینا- اس صورت میں بکری کی خاص قسم کا ذکر نہیں کیا یا قیمت کا ذکر نہیں کیا تب بھی وکالت جائز ہے کیونکہ مقصود میں خلل واقعہ نہیں ہوتا- البتہ وکالت میں ایسا بکرا مراد ہو گا جو موکل کی حالت کے مناسب ہو- اگر موکل درمیانی حالت کا مالک ہو اور وکیل اس کے لیے آٹھ دس ہزار کا بکرا خرید لے تو وہ موکل کو لازم نہیں ہو گا-

۳- جہالت بین بین

اس میں جنس کا تو علم ہوتا ہے البتہ اس جنس کے انواع متفاوت ہونے کی صورت میں نوع کی تعیین نہیں ہوتی- مثلاً موکل نے وکیل کو مکان خریدنے کو کہا-

یہ جہالت بھی وکالت کے صحیح ہونے سے مانع ہوتی ہے اور یہ جہالت اس طرح دور ہوتی ہے کہ نوع کا ذکر کر دیا جائے یا قیمت کا ذکر کر دیا جائے کیونکہ قیمت کے بیان سے نوع کی تعیین ہوتی ہے اور نوع کے بیان سے قیمت کا اندازہ ہوتا ہے- لہذا ان دو میں سے ایک کے ذکر سے اگرچہ جہالت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مکمل طور پر ختم تو نہیں ہوتی لیکن قلیل ہو جاتی ہے۔اور وکالت میں جہالت قلیلہ کا تحمل ہو جاتا ہے۔اور اگر ان میں سے کسی کا بھی ذکر نہ ہو تو جہالت کثیرہ میں اس کا شمار ہوگا جو وکالت کے صحیح ہونے سے مانع ہوتی ہے۔

۲۔وکیل جب موکل کی بتائی ہوئی جنس کے خلاف کسی اور جنس کی شی خرید لے تو اگرچہ خریدی ہوئی شی میں زیادہ نفع ہو یہ شراء موکل کے حق میں نافذ نہیں ہوگی اور موکل کا دیا ہوا مال وکیل کے ذمے میں باقی رہے گا۔بعد میں موکل کی اجازت سے بھی وہ خریداری موکل کے حق میں نافذ نہیں ہوگی کیونکہ وکیل کی خریداری موکل کی اجازت پر موقوف نہیں تھی بلکہ وہ وکیل کے حق میں نافذ ہو چکی تھی۔(شرح مجلہ ص ۴۹۹ ج ۴)

مثلاً موکل نے سواری کے لیے سوزوکی وین (Van) خریدنے کو کہا اور وکیل نے پک اپ (Pick Up Loader) خرید لیا تو یہ خریداری وکیل پر لازم ہوگی موکل پر نہیں کیونکہ وکیل نے موکل بہ کی خریداری میں جنس میں موکل کے حکم کی خلاف ورزی کی۔اور چونکہ وین اور پک اپ لوڈر کے اغراض و مقاصد جدا جدا ہیں لہذا دونوں کی جنسیں مختلف ہیں۔

جنس میں خلاف کرنے کی قید اس لیے لگائی ہے کہ اگر وصف یا مقدار میں مخالفت ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس میں موکل کی بہتری ہو تو خریداری موکل پر نافذ ہوتی ہے مثلاً کہا کہ یہ شی میرے لیے ہزار میں خرید لو اور وکیل وہ شی نو سو میں خرید لے تو خریداری موکل کے حق میں لازم اور نافذ ہوگی۔

(۱) موکل نے کہا کہ میرے لیے یہ کچی کھجوریں (کھجیاں) خرید لو۔وہ کھجوریں پک گئیں اس کے بعد وکیل نے ان کو خریدا تو یہ خریداری موکل کے لیے نہیں ہوتی۔اگر کچھ مثلاً آدھی کھجیاں ہوں اور آدھی پک گئی ہوں تو کچی میں وکالت باقی رہی اور پکی میں باطل ہوئی۔البتہ اگر صرف گنتی کے دو چار دانے پکے ہوں اور باقی کچی ہوں تو کل کھجوروں میں وکالت باقی ہوگی۔

وجہ یہ ہے کہ کچی کھجوروں اور پکی کھجوروں کے درمیان جنس کا سا فرق ہے۔

(۲) مکان خریدنے کے لیے کسی کو وکیل بنایا تو موکل پر لازم ہوگا کہ اس کی قیمت اور اس کے محلے کو بیان کرے۔اگر موکل نے اس کو بیان نہ کیا تو وکالت صحیح نہ ہوگی۔ (مجلّہ مادہ ۱۴۷۵)

(۳) موکل نے کہا کہ میرے لیے چاول خرید لو تو موکل کے معیار کے مطابق چاول خریدنے ہوں گے۔

اور اگر موکل نے چاول کی قسم بھی بتائی مثلاً کہا کہ باسمتی کرنل چاول خرید لو تو وکالت اس قسم کے ساتھ مقید ہوگی حتی کہ اگر وکیل نے اس کے بجائے کوئی اور قسم خریدی تو خریداری وکیل پر نافذ ہوگی موکل پر لازم نہیں ہوگی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۴) وکیل بنایا کہ موتی یا سرخ یاقوت خریدے تو موکل پر ضروری ہے کہ وہ اس کی قیمت بیان کرے (یعنی کہے کہ اتنی قیمت کا خرید لو) ورنہ وکالت صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر موکل کے بیان کے بغیر وکیل نے خریدا تو وہ وکیل کا ہوگا موکل کا نہیں ہوگا کیونکہ وکالت صحیح نہیں ہوئی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ موتی اور سرخ یاقوت میں درمیانی جہالت پائی جاتی ہے۔ اگر قیمت ذکر کر دی تو جہالت قلیل ہو جائے گی اور نتیجتاً وکالت صحیح ہوگی ورنہ باطل رہے گی۔

مسئلہ میں یاقوت کو سرخ ہونے کے ساتھ مقید کیا کیونکہ اگر رنگ کا ذکر نہ ہو تو یاقوت میں جنس کی جہالت ہوگی کیونکہ مختلف رنگوں کے یاقوت مختلف جنسوں کی مانند ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر صرف یاقوت کہا تو قیمت کے ذکر سے بھی جہالت دور نہ ہوگی۔

(۵) اسی طرح وزنی اور ناپی جانے والی اشیاء میں موکل بہ کی مقدار کا بیان بھی ضروری ہے۔ مثلاً وکیل بنایا کہ گندم خریدے تو ضروری ہے کہ اس کی مقدار ذکر کرے یا وہ رقم ذکر کرے جس کی گندم خریدنی مطلوب ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو وکالت صحیح نہ ہوگی۔ (مجلہ مادہ ۱۴۷۷)

(۶) موکل نے وکیل سے دودھ خریدنے کو کہا اور کسی خاص جانور کا ذکر نہیں کیا تو علاقے میں معروف اور مروج دودھ مراد ہوگا۔ (مجلہ مادہ ۱۴۷۳)

(۷) انڈے خریدنے کو کہا تو مرغی کے انڈے مراد ہوں گے کیونکہ ان ہی کا رواج ہے۔ (شرح مجلہ ص ۵۳۴ ج ۴)

(۸) تیل خریدنے کو کہا تو وہ تیل مراد ہوں گے جو عام طور سے بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ (شرح مجلہ ص ۵۳۴ ج ۴)

(۹) موکل نے وکیل کو ایک ہزار روپے کا دس سیر (بکرے کا) گوشت خریدنے کو کہا۔
وکیل نے سو روپے سیر والا گوشت کم قیمت پر زائد مقدار میں خرید لیا۔ مثلاً نوے روپے سیر کے حساب سے گیارہ سیر یا اسی روپے سیر کے حساب سے ساڑھے بارہ سیر گوشت خرید لیا۔ تو موکل کا (خریدے ہوئے بھاؤ سے) صرف دس سیر گوشت ہوگا۔

لیکن اگر زائد مقدار تھوڑی ہو مثلاً ایک ہزار میں سوا دس یا ساڑھے دس سیر گوشت حاصل کیا تو یہ کل کی کل مقدار موکل کی ہوگی۔

اگر وکیل نے ہلکی کوالٹی کا گوشت خریدا جس کا بھاؤ کم ہو مثلاً لاغر جانور کا گوشت خریدا تو مخالفت کے پائے جانے کی وجہ سے شراء وکیل کو لازم ہوگی موکل کو لازم نہیں ہوگی۔

۲۔ موکل بہ کی کوالٹی کا بیان یعنی یہ کہ وہ اعلیٰ کوالٹی کی ہو یا ادنیٰ کی یا درمیانی کی ہو ضروری نہیں ہے۔ البتہ وکیل بالشراء پر لازم ہوگا کہ وہ موکل کے حال یعنی Standard کے موافق شے خریدے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثلاً وکیل کو کہا کہ وہ موکل کے لیے کاٹن (Cotton) کا سوٹ پیس خرید لے- موکل جب درمیانی حیثیت کا ہو تو وکیل پر لازم ہوگا کہ وہ اس کی حیثیت کے موافق کوالٹی کا کپڑا خریدے- موکل کا (Standard) پچاس روپے گز والا کپڑا ہے تو وکیل اگر اس کے لیے دو سو روپے گز والا کپڑا خریدے گا تو یہ خریداری موکل پر لازم نہیں ہوگی-

۳- وکالت جب کسی قید کے ساتھ مقید ہو تو وکیل کو اس کے خلاف کرنا جائز نہیں ہے- اور اگر خلاف کیا تو شراء وکیل کے لیے نافذ ہوگی موکل کے لیے نہیں- البتہ اگر خلاف کرنے میں موکل کا زیادہ فائدہ ہو تو یہ مخالفت شمار نہیں ہوگی (لیکن یہ بھی اس وقت ہے جب مخالفت وصف یا مقدار میں ہو- جنس میں نہ ہو)

(۱) موکل نے یہ قید لگائی کہ میرے لیے فلاں مکان دس لاکھ میں خرید لو- وکیل نے اس سے زیادہ قیمت میں خریدا تو یہ شراء موکل کے حق میں نافذ نہیں ہوگی- البتہ اگر وہی مکان سستا اور دس لاکھ سے کم میں خرید لیا تو چونکہ اس میں موکل کا زیادہ فائدہ ہے لہٰذا یہ شراء موکل کے لیے ثابت ہوگی-

اسی طرح اگر وکیل کو کہا کہ ادھار خرید لو اور وکیل نے نقد خریدا تو شراء موکل کے لیے نہ ہوگی لیکن اگر موکل نے کہا کہ نقد خرید لو اور وکیل نے ادھار خریدا تو شراء موکل کے لیے ہوگی کیونکہ عام طور سے نقد کے مقابلے میں ادھار خریدنے میں زیادہ فائدہ سمجھا جاتا ہے-

(۲) موکل نے کہا کہ میرے لیے سوٹ کا کپڑا خرید لو- وکیل نے جو کپڑا خریدا وہ سوٹ کے لیے ناکافی ہے تو یہ شراء وکیل کے لیے ہوگی موکل پر لازم نہیں ہوگی-

۴- کسی شی کی خریداری کے لیے وکیل مقرر کیا- وکیل نے نصف شی خریدی- تو

ا- اگر وہ ایسی شی ہو جس کی تبعیض (یعنی اس کے حصے کرنا) مضر ہو مثلاً چادر، بکری وغیرہ تو شراء موکل کے حق میں نافذ نہیں ہوگی-

مثلاً وکیل نے آدھی چادر خریدی تو شراء موقوف رہے گی- اگر خصومت سے قبل وکیل بقیہ بھی خرید لے تب تو خریداری موکل پر لازم ہوگی لیکن اگر بقیہ کی خریداری سے پہلے موکل معاملہ عدالت میں لے جائے اور عدالت وہ (یعنی نصف کی) خریداری وکیل پر لازم کر دے پھر اس کے بعد وکیل بقیہ آدھی چادر خریدے تو بقیہ چادر کی خرید بالاتفاق وکیل کے لیے ہوگی-

ب- اور اگر وہ ایسی شی ہو جس کے حصے کرنے سے اس میں ضرر اور عیب نہیں ہوتا جیسے ناپ تول والی چیزیں یعنی گندم وغیرہ تو نصف کی خریداری موکل پر لازم ہوگی اور بقیہ کی خریداری پر موقوف نہیں ہوگی- مثلاً موکل نے کہا کہ میرے لیے ہزار روپے کی پانچ من گندم خرید لو- وکیل نے ڈھائی من گندم پانچ سو میں خرید لی تو موکل کو لازم ہوگی-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) اگر کہا کہ خاص یہ دو بکریاں تین ہزار میں خرید لو- وکیل نے ان میں سے ایک کو اٹھارہ سو میں خرید لیا- اگر وکیل نے یہ بکری بھاؤ میں تناسب سے زیادہ قیمت پر خریدی تو موکل کو لازم نہ ہو گی- اور اگر بھاؤ میں تناسب کے مطابق قیمت یا اس سے کم میں خریدی تو موکل کے لیے لازم ہو گی- البتہ اگر پہلی صورت میں دوسری بکری کو بھی باقی قیمت میں خرید لیا تو دونوں بکریوں کی خریداری موکل کے لیے ہو گی-

(۲) وکیل بنایا تاکہ وہ ایک خاص مکان کی خریداری کرے- وکیل نے نصف مکان خریدا- اس کے بعد موکل نے باقی نصف خرید لیا تو وکیل کا خریدا ہوا نصف مکان موکل پر لازم نہیں ہو گا- اور اگر موکل نے پہلے نصف مکان خریدا پھر بعد میں وکیل نے باقی نصف مکان خرید لیا تو جائز ہے اور وکیل کا خریدا ہوا یہ نصف موکل کے لیے ہو گا- دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ پہلی صورت میں مخالفت کی وجہ سے وکیل کا تصرف خود اس کے لیے واقع ہوا- لہذا بعد میں موکل کے لیے نہیں ہو جائے گا جب کہ دوسری صورت میں وکیل کے تصرف سے حصے نہیں ہوئے بلکہ اس سے موکل کی ملکیت کی تکمیل ہوئی لہذا وکیل کے تصرف میں مخالفت نہ پائی گئی-

۵- اگر موکل نے وکیل کو بتا دیا ہو کہ شی اتنی قیمت کی خریدنی ہے تو وکیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس سے زائد قیمت پر خریدے اگرچہ ایک پیسہ ہی زائد ہو- اور اگر وکیل نے زائد قیمت پر خریدی تو شراء وکیل کے لیے ہو گی موکل کے لیے نہ ہو گی-

اگر موکل نے قیمت کا ذکر نہ کیا ہو لیکن وہ شی ایسی ہے جس کے نرخ متعین ہیں مثلاً آٹا، گھی، گوشت وغیرہ تو وکیل پابند ہو گا کہ متعین نرخ پر اس کو خریدے زائد پر نہیں اگرچہ زائد قلیل ہی کیوں نہ ہو-

اور اگر موکل نے قیمت کا ذکر نہ کیا ہو اور نہ ہی شی کے نرخ متعین ہیں تو وکیل اس کو قیمت مثل پر بھی خرید سکتا ہے اور کچھ زائد قیمت پر بھی خرید سکتا ہے یعنی اتنی زائد جتنی کہ اس شی کی خرید و فروخت کرنے والے عام طور سے روا رکھتے ہیں- قیمت مثل پر اس زائد قلیل مقدار کو فقہ کی اصطلاح میں غبن یسیر کہا جاتا ہے- اس صورت میں شراء موکل پر لازم ہو گی- لیکن اگر زائد رقم اتنی زیادہ ہو کہ عام طور سے خرید و فروخت کرنے والے اس کو روا نہیں رکھتے اور اس کو غبن فاحش کہتے ہیں- تو وکیل کے لیے جائز نہیں اور اگر اس نے غبن فاحش کے ساتھ خرید کی تو خریداری اسی پر لازم ہو گی موکل پر لازم نہیں ہو گی-

۶- موکل نے جب شراء کو مطلق ذکر کیا ہو یعنی اس نے وکیل کو یہ نہ بتایا ہو کہ وہ مطلوبہ شی کس عوض کے بدلے میں خریدے تو چونکہ عام رواج نقدی کے عوض خریدنے کا ہوتا ہے لہذا وکالت بھی نقدی کے عوض خریدنے پر محمول ہو گی حتیٰ کہ اگر وکیل نے نقدی کے بجائے کسی سامان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عوض میں خریداری کی تو یہ موکل کے حکم کی مخالفت متصور ہو گی۔ مخالفت کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ سامان کے بدلے سامان کی خریداری ایک اعتبار سے شراء ہوتی ہے اور ایک اعتبار سے بیع و فروخت ہوتی ہے جب کہ موکل نے وکیل کو محض شراء کا حکم دیا ہے بیع کا حکم نہیں دیا۔

غیر نقدی کے عوض خریدنے میں مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

(۱) وکیل نے موکل کی مطلوبہ شے اپنی کسی مملوک معین شے مثلاً اپنی سائیکل کے عوض میں خریدی یا اپنے ذمہ کسی وزن کی جانے والی یا ناپ میں آنے والی شی مثلاً گندم، چاول وغیرہ کے عوض میں خریدی۔

اس صورت میں خریداری موکل کے حق میں نافذ نہیں ہو گی بلکہ یہ خریداری وکیل کے لیے ہو گی۔

(۲) وکیل نے مطلوبہ شی موکل کی کسی معین شی مثلاً موکل کی سائیکل کے عوض میں خریدی۔

اس صورت میں خریداری موکل کی اجازت پر موقوف ہو گی۔ اگر موکل نے اجازت دی تو خریداری موکل کے لیے نافذ ہو جائے گی اور اگر موکل نے اجازت نہ دی تو خریداری کالعدم ہو جائے گی وکیل کے لیے لازم نہ ہو گی کیونکہ وکیل کے لیے خریداری اس وقت لازم ہوتی ہے جب اس کی جانب سے موکل کی مخالفت پائی گئی ہو لیکن خریداری کا نفاذ پایا جاتا ہو جب کہ اس صورت میں نفاذ نہیں پایا جاتا کیونکہ سائیکل عاقد (جو کہ وکیل ہے) کی نہیں ہے اور غیر کی ملک کے عوض کی گئی خریداری نافذ نہیں ہوتی۔

۷۔ ایسی شی کی خریداری کے لیے وکیل بنایا جو موسم کے ساتھ خاص ہو مثلاً سردیوں میں گرم چادر یا لحاف کی خریداری کے لیے وکیل بنایا۔ اس سال کا وہ موسم گزر گیا لیکن وکیل نے اس وقت تک خریداری نہ کی۔ اس کے بعد یا آئندہ موسم آنے پر وکیل نے وہ شی خریدی تو وہ موکل پر لازم نہ ہو گی بلکہ وکیل کے لیے ہو گی۔ (شرح مجلہ ص ۴۶۳ ج ۴)

ایک اور مثال یہ ہے کہ قربانی کے دنوں میں یا ان سے پہلے قربانی کا جانور خریدنے کے لیے وکیل مقرر کیا۔ وکیل نے قربانی کے دن گزر جانے کے بعد جانور خریدا تو خریداری موکل پر لازم نہیں ہو گی۔

ایک شخص کو کچھ رقم دے کر کہا کہ وہ اس سے گندم خرید لے اور اس کی کاشت کرے۔ وکیل نے گندم خریدی اور بیجنے کا وقت گزر جانے کے بعد ایسے وقت میں اس کو بیجا کہ جس سے فصل حاصل نہیں ہوتی۔ اگر وکیل نے بیجنے کے موسم میں گندم خرید لی تھی اور وقت گزر جانے کے بعد بیجا تو یہ خریداری موکل کے لیے واقع ہوئی اور وکیل کے ذمے موکل کے لیے اتنی گندم واجب ہو گی کیونکہ غیر موسم میں بیج کر اس نے موکل کی گندم کو ضائع کیا۔ اور اگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکیل نے کاشت کا موسم گزر جانے کے بعد گندم خریدی تو خریداری خود وکیل کے لیے ہو گی اور وکیل موکل کی رقم کا ذمہ دار ہو گا۔

۸۔ کسی معین شی کی خریداری کے لیے وکیل بنایا تو وکیل اس شی کو اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ بلکہ اگر اس نے خریدی اور اپنے لیے خریدنے کی نیت کی یا زبان سے اس کی تصریح کر دی تب بھی خریداری موکل کے لیے شمار ہو گی کیونکہ اپنے لیے خریداری کرنے میں وکیل کا اپنے آپ کو وکالت سے معزول کرنا بنتا ہے جب کہ اس کو موکل کی عدم موجودگی میں اپنے آپ کو معزول کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ البتہ مندرجہ ذیل صورتیں مستثنیٰ ہیں اور ان میں خریداری وکیل کے لیے ہو گی:۔

(۱) موکل نے اس شی کی قیمت خرید معین کی ہو اور وکیل اس قیمت سے زائد قیمت پر خریدے۔

(۲) موکل نے اس شی کی قیمت خرید کی تعیین نہ کی ہو اور وکیل نے اس شی کو غبن فاحش کے ساتھ خریدا ہو۔

(۳) موکل کی موجودگی میں وکیل نے تصریح کی کہ وہ اس شی کو اپنے لیے خرید رہا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ وکیل اپنے آپ کو موکل کی موجودگی میں معزول کر سکتا ہے۔ (مجلہ مادہ ۱۴۸۵)

۹ (الف)۔ ایک معین شی کی مذکور رقم کے عوض خریداری کے لیے وکیل بنایا۔ وکیل نے مذکور قیمت کے عوض میں وہ شی خریدی وہ شی موکل کے لیے ہوئی۔ پھر وکیل نے اس شی میں کوئی عیب پایا اور اس کی بناء پر وہ شی بائع کو لوٹا دی۔ پھر چاہا کہ اب وہ شی اپنے لیے خریدلے۔ اگر وکیل نے وہ شی قبضے کے بعد عدالتی فیصلے کی مدد سے واپس کی یا قبضے سے پہلے عدالتی فیصلے کے ساتھ یا اس کے بغیر واپس کی تو وکیل اس شی کو اپنے لیے نہیں خرید سکتا۔ البتہ اگر وکیل نے کسی دوسری جنس کے عوض وہ شی خریدی تھی یا موکل کی بتائی ہوئی جنس ہی کے عوض میں خریدی لیکن زائد قیمت پر خریدی تھی تو یہ خریداری وکیل کے لیے واقع ہو گی۔

اور اگر وکیل نے وہ شی قبضے کے بعد عدالتی فیصلہ کے بغیر بائع کو واپس کی تو وکیل اس شی کو جس قیمت پر چاہے اپنے لیے خرید سکتا ہے۔

(ب) حکم دیا کہ یہ سائیکل میرے لیے ایک ہزار میں خرید لو وکیل نے اس کو گیارہ سو میں خرید لیا۔ پھر بعد میں بائع نے سو کم کر دیئے تب بھی سائیکل کی خرید وکیل کے لیے شمار ہو گی۔

۱۰ (ا) ایک شخص نے کہا کہ میرے لیے فلاں کی سائیکل خرید لو۔ وکیل نے ہاں یا نہیں کچھ نہیں کہا اور جا کر وہ سائیکل خرید لی اگر وکیل نے خرید کے وقت کہا کہ یہ سائیکل میں نے موکل کے لیے خریدی تو سائیکل موکل کے لیے ہو گی اور اگر وکیل نے خرید کے وقت کہا کہ یہ سائیکل میں نے اپنے لیے خریدی تو سائیکل وکیل کے لیے ہو گی۔ اور اگر وکیل نے خرید کے وقت نہ اپنی طرف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسبت کی اور نہ موکل کی طرف نسبت کی لیکن ادائیگی موکل کے دیئے ہوئے مال میں سے کی تو اس صورت میں بھی سائیکل موکل کے لیے ہوگی۔

(ب) اگر وکیل اور موکل کے مابین جھگڑا پیدا ہو جائے۔ وکیل کہے کہ یہ میں نے اپنی نیت سے خریدی تھی اور موکل کہے کہ تو نے میرے لیے خریدی تھی تو جس کے مال میں سے ادائیگی کی گئی خریداری اسی کے لیے شمار ہوگی۔

(ج) اگر دونوں کا اس پر اتفاق ہو کہ خریداری کے وقت وکیل کی کچھ نیت نہ تھی کہ کس کے لیے خرید رہا ہے اور اس نے خریداری میں کسی ایک کے مال کی طرف نسبت بھی نہیں کی تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ خرید عاقد یعنی وکیل کے لیے ہوگی کیونکہ اصل یہی ہے کہ ہر شخص اپنے لیے عمل کرتا ہے الا یہ کہ کسی دوسرے کے لیے ہونا ثابت ہو جائے۔ اور وہ ثابت ہوتا ہے یا تو نیت سے یا دوسرے کے مال میں سے ادائیگی کی نسبت کرنے سے جب کہ زیر بحث مسئلہ میں ہم فرض کر چکے ہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی بات بھی موجود نہیں ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ادائیگی کو حکم بنایا جائے گا کیونکہ وکیل نے جو عقد مطلق کیا ہے اس میں دونوں ہی احتمال ہیں کہ وہ وکیل کے لیے ہو یا موکل کے لیے ہو۔ لہذا جس کے مال میں سے ادائیگی کی گئی ہو گی خریداری اس کے لیے ثابت ہوگی۔

۱۲۔ دس ہزار میں ایک گھوڑا خریدنے کا حکم دیا۔ پھر اختلاف ہوا۔ وکیل نے موکل سے کہا ہے یہ میں نے تمہارے لیے گھوڑا خریدا ہے اور موکل کہتا ہے کہ وہ تم نے اپنے لیے خریدا ہے۔ اس میں درج ذیل تفصیل ہے:

(۱) معین گھوڑا خریدنے کا حکم تھا۔ وکیل نے خرید کی خبر اس وقت دی جبکہ گھوڑا زندہ ہے تو وکیل کا قول لیا جائے گا خواہ قیمت وکیل کو دی جا چکی ہو یا نہیں کیونکہ وکیل نے ایسے کام کی خبر دی ہے جس کو وہ از سر نو کر سکتا ہے۔

(۲) معین گھوڑا خریدنے کا حکم تھا وکیل نے خرید کی خبر اس وقت دی جب گھوڑا مر گیا تھا اور کہا کہ وہ میرے پاس خرید کے بعد مرا تھا اور موکل انکار کرے تو اگر وکیل کو قیمت نہ دی گئی ہو تو موکل کے قول کو لیا جائے گا کیونکہ وکیل ایسی بات کی خبر دے رہا ہے جس کو از سر نو کرنے کی وہ قدرت نہیں رکھتا کیونکہ مردہ گھوڑا عقد کے انشاء کا محل نہیں ہوتا۔ اور وکیل کی غرض موکل سے قیمت حاصل کرنا ہے جب کہ موکل اس کا انکاری ہے لہذا قول موکل کا ہوگا۔

البتہ اگر وکیل کو قیمت دی جا چکی تھی تو پھر قول وکیل کا (مع اس کی قسم کے) لیا جائے گا کیونکہ قیمت اس کے قبضے میں امانت تھی۔ اور اس طرح سے اس نے امانت سے حکم دیے ہوئے طریقے کے مطابق عہدہ برآء ہونے کا دعوی کیا ہے لہذا قول وکیل کا لیا جائے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۳) غیر معین گھوڑا خریدنے کا حکم تھا اور وہ زندہ بھی ہے۔ وکیل کہتا ہے کہ میں نے وہ گھوڑا موکل کے لیے خریدا ہے جب کہ موکل کہتا ہے کہ وہ تم نے اپنے لیے خریدا ہے۔ اگر وکیل کو قیمت دی جا چکی تھی تو قول وکیل کا ہوگا کیونکہ وہ ایسی بات کی خبر دے رہا ہے جس کو وہ از سر نو کر سکتا ہے اور اگر وکیل کو قیمت ابھی نہ دی گئی ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک موکل کا قول لیا جائے گا کیونکہ یہ تہمت کا مقام ہے کہ وکیل نے گھوڑا اپنے لیے خریدا ہو پھر اس سودے کو نقصان والا پا کر موکل کے سر تھوپنا چاہتا ہو جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل کا قول لیا جائے گا کیونکہ اس نے ایسے کام کی خبر دی ہے جس کو وہ از سر نو کر سکتا ہے۔

(۴) غیر معین گھوڑا خریدنے کا حکم تھا۔ وکیل نے خرید کی خبر اس وقت دی جب گھوڑا مر چکا تھا تو اگر قیمت وکیل کو دی جا چکی تھی تو قول وکیل کا ہوگا کیونکہ وہ امانت سے عہدہ برآ ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اگر وکیل کو قیمت نہ دی گئی ہو تو بالاتفاق موکل کا قول لیا جائے گا کیونکہ وکیل ایسے کام کو خبر دے رہا ہے جس کو وہ از سر نو نہیں کر سکتا اور اس کی غرض موکل سے قیمت حاصل کرنا ہے جب کہ موکل اس سے منکر ہے۔

حاصل مسئلہ : اس مسئلہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر وکیل کو قیمت دی جا چکی تھی تو تمام صورتوں میں قول وکیل کا لیا جائے گا۔ اور اگر وکیل کو قیمت نہ دی گئی ہو تو دیکھیں گے۔ اگر وکیل عقد کا انشاء نہ کر سکتا ہو بایں طور کہ گھوڑا ہلاک ہو چکا ہو تو قول موکل کا لیا جائے گا۔ اور اگر وکیل عقد کے انشاء کی قدرت رکھتا ہو تو صاحبین کے نزدیک قول وکیل کا ہوگا اور ایسے ہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ہے جب کہ تہمت کا مقام نہ ہو اور اگر تہمت کا مقام ہو تو قول موکل کا لیا جائے گا۔

۱۳ (ا) غیر معین شی کی خریداری کے لیے دو آدمیوں نے علیحدہ علیحدہ ایک ہی شخص کو وکیل بنایا وکیل نے خریداری کی۔

(۱) خرید کے وقت اگر اس نے تصریح کر دی کہ کس کے لیے خرید رہا ہے تو جس کا ذکر کیا ہے اسی کے لیے ہو گی۔

(۲) اور اگر عقد میں کسی ایک کے مال کی طرف نسبت کی ہو تو جس کے مال کی طرف نسبت کی ہو گی خریداری اسی کے لیے ہو گی۔

(۳) اور اگر خرید کے وقت نہ تو کسی کا نام لیا اور نہ ہی کسی کے مال کی طرف عقد کی نسبت کی تو وکیل جس موکل کے بارے میں کہے کہ اس کی نیت سے خریدی ہے اسی کے لیے ہو گی کیونکہ جب شی معین نہیں ہے تو جیسے وہ اگر چاہے تو اپنے لیے خرید سکتا ہے ایسے ہی دونوں میں سے جس کے لیے چاہے خرید سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی نیت کا اعتبار ہو گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ب) معین شی کی خریداری کے لیے دو آدمیوں نے علیحدہ علیحدہ ایک شخص کو وکیل بنایا اور وکیل نے وہ شی خرید لی۔

(۱) اگر وکیل نے دوسری وکالت پہلے موکل کی موجودگی میں قبول کی تھی تو پہلے وکالت ختم ہو چکی تھی کیونکہ دوسری وکالت کو قبول کرنا گویا پہلی وکالت سے اپنے آپ کو معزول کرنا ہے۔ اس لیے کہ یہ ممکن نہیں کہ ایک معین شی کو وکیل دو آدمیوں کے لیے خرید سکے۔ اور وکیل موکل کی موجودگی میں اپنے آپ کو معزول کر سکتا ہے۔ اس صورت میں جب کہ صرف دوسری وکالت موجود ہے خریدی ہوئی شی موکل ثانی کے لیے ہوگی۔

(۲) اگر وکیل نے پہلے موکل کی عدم موجودگی میں دوسری وکالت قبول کی تھی تو پہلی وکالت قائم ہے کیونکہ وکیل موکل کی عدم موجودگی میں اپنے آپ کو وکالت سے معزول نہیں کر سکتا لہذا دوسری وکالت منعقد نہیں ہوئی۔ اس صورت میں خریدی ہوئی شی موکل اول کے لیے ہوگی اگرچہ وکیل تصریح بھی کر دے کہ میں یہ دوسرے موکل کے لیے خرید رہا ہوں کیونکہ جب وہ اس شی کو اپنے لیے نہیں خرید سکتا تو دوسرے کے لیے تو بطریق اولی نہیں خرید سکتا۔

۱۴ (ا) وکالت بالشراء جب مطلق ہو یعنی موکل نے یہ نہ کہا ہو کہ تم جس سے چاہو خرید دو یا موکل نے ایسا کہا بھی ہو دونوں صورتوں میں وکیل موکل کے لیے اپنا یا اپنے نابالغ بچے کا مال نہیں خرید سکتا خواہ موکل کا اس میں فائدہ ہو یا نہ ہو کیونکہ ایک ہی شخص عقد شراء کے دونوں طرفوں کی نمائندگی نہیں کر سکتا اس لیے کہ اس صورت میں وہی قبضہ دینے والا اور وہی قبضہ لینے والا ہوگا وہی زائد طلب کرنے والا اور وہی کمی طلب کرنے والا ہوگا اور وہی عیب پائے جانے کی صورت میں جھگڑا کرنے والا ہوگا اور اسی سے جھگڑا کیا جا رہا ہوگا جب کہ یہ کھلا تضاد ہے۔

(ب) وکالت بالشراء کے مطلق ہونے کی صورت میں وکیل اگر ایسے لوگوں سے خریدے جن کی شہادت اس کے حق میں جائز نہیں ہوتی۔ اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر کم قیمت پر خریدے تو جائز ہے۔ اگر زائد قیمت پر خریدے تو ناجائز ہے۔ اگر غبن یسیر پر خریدے تو کتاب الاصل اور شرح طحاوی کے مطابق ناجائز ہے جب کہ ذخیرہ کے مطابق صاحبین کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے اور قیمت مثل پر خریدے تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ (شرح مجلہ ص ۴۷۱ ج ۴)

۱۵ (ا) وکیل بالشراء نے جب عقد کی اضافت اپنی طرف کی ہو اور خریدی ہوئی شی اس کے یا بائع کے قبضے میں باقی ہو تو وکیل کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اگر خریدی ہوئی شی میں عیب پر مطلع ہو تو اس کی وجہ سے وہ شی بائع کو واپس کر سکے خواہ موکل نے اس کو واپس کرنے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو کیونکہ عیب کی بنا پر واپس کرنا عقد کے ان جملہ حقوق میں سے ہے جن کا تعلق وکیل سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو تا ہے جب کہ وہ زندہ ہو اور اگر وہ وفات پا گیا ہو تو اس کے وارث یا وصی کے ساتھ ہو تا ہے اور اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو موکل کو حق ملتا ہے۔
اور اگر موکل کو شی سپرد کرنے کے بعد وکیل کو عیب کا علم ہوا تو چونکہ شی موکل کو سپرد کرنے سے وکالت اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی لہذا موکل کی اجازت کے بغیر وکیل اس کو واپس نہیں لوٹا سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ واپس کرنے کے لیے اس کو جدید وکالت حاصل کرنا ہو گی۔
اور اگر وکیل یا شراء عیب پر راضی ہو گیا تو فی الحال خرید موکل پر لازم ہو گی البتہ موکل کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو عیب دار قبول کر لے اور چاہے تو خریداری وکیل کے سر پر ڈال دے۔ اور اگر وکیل پر لازم کرنے سے پہلے وہ شی ہلاک ہو جائے تو موکل کا مال ہلاک ہوا البتہ عیب کے بقدر قیمت کا فرق موکل وکیل سے لے سکتا ہے۔
(ب) اگر وکیل نے عقد کی اضافت اپنے موکل کی طرف کی مثلاً یوں کہا کہ میں نے فلاں کے لیے خریدی تو اب موکل کی اجازت کے بغیر وکیل کو واپس کرنے کا حق حاصل نہیں ہو گا کیونکہ اس صورت میں وکیل قاصد کی مانند ہے لہذا عقد کے حقوق موکل کے ساتھ وابستہ ہوں گے وکیل کے ساتھ نہیں ہوں گے۔ (شرح مجلہ ص ۴۷۴ ج ۴)
۱۶۔ (۱) وکیل بالشراء نے مطلوبہ شی ادھار خریدی تو موکل کے لیے بھی ادھار ہو گا اور وکیل موکل سے قیمت کی نقد ادائیگی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔
(۲) وکیل نے نقد خریدا پھر بائع نے مہلت دیدی تو وکیل موکل سے نقد ادائیگی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔
(۳) وکیل نے نقد یا ادھار کچھ نہیں کہا۔ پھر بائع نے مہلت دیدی تو موکل کے لیے بھی مہلت بنے گی۔
(۴) وکیل نے ادھار خرید کی پھر وکیل مر گیا تو وکیل پر ادائیگی نقد واجب ہو جائے گی جب کہ موکل کے حق میں ادھار برقرار رہے گا۔
(۵) بائع نے کل قیمت ہبہ کر دی تو وکیل موکل سے کل قیمت وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر بعض قیمت ہبہ کی تو وکیل صرف باقی رقم موکل سے وصول کرے گا۔ اگر قیمت ایک ہزار ہو پھر بائع نے نصف یعنی پانچ سو ہبہ کر دیئے پھر بعد میں باقی پانچ سو بھی ہبہ کر دیئے تو وکیل موکل سے صرف پانچ سو کے لیے رجوع کر سکے گا کیونکہ پہلا ہبہ قیمت میں کمی شمار ہوا اور دوسرا ہبہ واقعی ہبہ ہوا۔
یہ مسائل اس قاعدہ پر مبنی ہیں کہ بعض قیمت کا ہبہ قیمت میں کمی متصور ہوتا ہے جب کہ کل قیمت کا ہبہ قیمت میں کمی شمار نہیں ہو سکتا کیونکہ کمی کو اصل عقد کے ساتھ لاحق کیا جاتا ہے اور بیع بغیر قیمت کے فاسد ہوتی ہے۔ لہذا جب بعض کا ہبہ کیا جاتا ہے تو بیع بقیہ قیمت کے ساتھ باقی رہتی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہذا جائز ہے جب کہ کل قیمت کا ہبہ سے بیع بلا قیمت رہ جاتی ہے اور فاسد ہو جاتی ہے لہذا اس کو قیمت میں کمی شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس کو علیحدہ سے ایک ہبہ شمار کیا جائے گا- اور وکیل کو حق ہو گا کہ وہ موکل سے قیمت کے لیے رجوع کرے-

اگر کل قیمت کو دو یا زائد مرتبہ میں ہبہ کیا تو آخری مرتبہ سے پہلے کیے ہبات کو قیمت میں کمی شمار کیا جائے گا- اور آخری مرتبہ کے ہبہ کو وکیل کے لیے علیحدہ ہبہ شمار کیا جائے گا لہذا آخری مرتبہ کی مقدار کے لیے وکیل موکل پر رجوع کرے گا-

(۶) قیمت کے ہبہ سے متعلق جو حکم اوپر بیان ہوا وہی حکم قیمت معاف کر دینے میں ہے-(شرح مجلہ ص ۸۷ ۴ج ۴)

۱۷-وکیل بالشراء جب خریدکردہ شی کی قیمت کی ادائیگی اپنے مال میں سے کر دے اور شی پر قبضہ کرلے تو اس کو حق ہوتا ہے کہ وہ ادا کردہ رقم کے برابر موکل سے وصول کر سکے-

موکل سے وصولی کی خاطر اس کو یہ حق بھی ہے کہ وہ شی کو روک لے اور موکل کے مطالبہ کے باوجود جب تک پوری قیمت موکل سے وصول نہ کر لے شی موکل کو نہ دے- اگرچہ خود اس نے قیمت بائع کو ابھی تک نہ دی ہو- البتہ جب وکیل نے شی ادھار خریدی ہو تو ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے وکیل موکل سے قیمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا-(مجلہ مادہ ۱۴۹۱)

۱۸-وکیل نے بائع کو ایک مرتبہ قیمت ادا کر دی لیکن بائع نے بعد میں وصولی سے انکار کر دیا اور گواہ نہ ہونے کے باعث وکیل کو دوبارہ ادائیگی کرنا پڑی- وکیل موکل سے صرف ایک ہی قیمت وصول کر سکتا ہے خواہ موکل وکیل کی تصدیق کرتا ہو یا تکذیب کرتا ہو-(شرح مجلہ ص ۴۸۰ ج ۴)

۱۹-وکیل بالشراء کے لیے جائز نہیں کہ وہ موکل کی اجازت کے بغیر بیع کا اقالہ کرے-(مجلہ مادہ ۱۴۹۳)

۲۰-وکیل کے قبضے میں خرید کردہ شی ہلاک ہو گئی یا اتفاق سے ضائع ہو گئی تو موکل کا مال ہلاک ہوا اور وکیل کے حق میں قیمت میں سے کچھ ساقط نہیں ہو گا کیونکہ وکیل بائع سے قبضہ کرنے میں موکل کے لیے عامل ہے لہذا وکیل کا قبضہ حکما موکل کا قبضہ ہوتا ہے- اس لیے اگر اس دوران شی ہلاک ہوئی تو گویا موکل کے قبضے میں ہلاک ہوئی اور وکیل موکل سے پوری قیمت وصول کرے گا-

البتہ اگر قیمت وصول کرنے کے لیے موکل کے مطالبہ کے باوجود وکیل نے وہ شی اپنے پاس روک لی اور پھر وکیل کے قبضے میں وہ شی ہلاک وضائع ہو گئی تو وکیل پر اس کا تاوان آئے گا کیونکہ مطالبہ کے باوجود روک کر وکیل نے گویا موکل کے قبضے سے وہ شی واپس لوٹا لی اور اب موکل کو کچھ دینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ پڑے گا- یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے-
(۲) موکل کی جانب سے دی ہوئی قیمت وکیل کے قبضے میں تھی اور بائع کو ادائیگی کرنے سے پیشتر وہ ہلاک ہو گئی تو موکل کا مال ہلاک ہوا-
(۳) وکیل نے شی خریدی- پھر موکل نے وکیل کو رقم دی- اور پیشتر اس کے کہ وکیل وہ رقم بائع کے سپرد کرے وہ رقم ہلاک ہو گئی تو وکیل کا مال ہلاک ہوا-
(۴) موکل نے دس ہزار میں ایک گھوڑا خریدنے کو کہا- وکیل نے گھوڑا خریدا اور بائع کو اپنے پاس سے دس ہزار ادا کر دیئے اور گھوڑے پر قبضہ کر لیا اور موکل سے اس کو روکا نہیں یہاں تک کہ موکل نے وکیل کو پانچ ہزار ادا کر دیئے- اس کے بعد موکل نے گھوڑا طلب کیا لیکن اب وکیل نے پوری ادائیگی سے پیشتر گھوڑا دینے سے انکار کیا- پھر گھوڑا مر گیا- وکیل کے لیے لئے ہوئے پانچ ہزار باقی رہے اور باقی باطل ہو گئے- اور اگر شروع ہی میں وکیل گھوڑا سپرد کرنے سے انکار کر چکا ہوتا تو وکیل کو لیے ہوئے پانچ ہزار بھی واپس کرنے ہوتے- (شرح مجلہ ص ۴۸۱ ج ۴)

وکالت بالبیع

دلیل

۲- موسى بن انس عن ابيه ان عمر اعطاه آنية مموهة بالذهب فقال له اذهب فبعها فباعها من يهودى بضعف وزنه فقال له عمر اردده فقال له اليهودى ازيدك فقال له عمر لا الا بوزنه (اعلاء السنن ص ۳۱۸، ۱۵)

موسیٰ بن انس کے والد انس کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سونا چڑھا ایک برتن دیا اور فرمایا جاؤ اس کو فروخت کر دو- انہوں نے ایک یہودی کے ہاتھ دوگنے وزن پر بیچ دیا- حضرت عمر نے فرمایا وہ واپس لو- یہودی نے کہا کہ کیا میں قیمت میں اضافہ کر دوں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس کو اس کے ہم وزن کے عوض ہی فروخت کرنا ہے-

۲- الحسن بن سعد قال كانت لى عند ابن عمر دراهم فاصبت عنده دنانير فارسل معى رسولا الى السوق فقال اذا قامت على سعر فاعرضها عليه فان اخذها والا فاشتر له حقه ثم اقضه اياه (اعلا السنن ص ۳۱۸ ج ۱۵)

حسن بن سعد کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے ذمے میرے چند دراھم تھے- میں نے ان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے پاس کچھ دینار پائے - انہوں نے میرے ساتھ ایک قاصد بھیجا اور اس سے کہا کہ جب یہ دینار نرخ کے مطابق (دراہم کے برابر) ہوں تو یہ دینار حسن بن سعد کو دینا - اگر وہ یہ دینار لے لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان دیناروں سے ان کا حق (یعنی دراھم) خرید لینا اور وہ ان کو ادا کر دینا -

۳- عن ابی سعید و ابی هریرة رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم استعمل رجلا علی خیبر فجاء هم بتمر نجیب فقال اکل تمر خیبر هکذا فقال انا لناخذ الصاع بالصاعین والصاعین بالثلثة- فقال لا تفعل بع الجمع بالدراهم ثم اتبع بالدراهم جنیبا (اعلاالسنن ص ۳۱۸ ج ۱۵)

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر پر ایک شخص کو عامل مقرر کیا - وہ عمدہ قسم کی کھجوریں لے کر آیا - آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا خیبر کی تمام کھجور ایسی ہی ہوتی ہے - اس شخص نے جواب دیا کہ دوسری قسم کی دو صاع کھجوروں کے بدلے میں اس قسم کی ایک صاع اور تین صاع کھجور کے بدلے میں اس قسم کے دو صاع خرید لیتے ہیں - آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسے مت کرو - (پہلے) سب کھجوریں درھم کے عوض فروخت کردو پھر درھم سے 'جنیب کھجور خرید لو -

احکام

۱- جب بیع کو مطلق رکھا ہو یعنی موکل نے وکیل کے لیے قیمت فروخت متعین نہ کی ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وکیل اپنے موکل کا مال جس قیمت پر چاہے فروخت کر سکتا ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ قیمت نقدی کی شکل میں ہو یا سامان کی شکل میں ہو - جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کے نزدیک وکیل بالبیع کو ایک تو اتنی کم قیمت پر فروخت کرنا جائز نہیں کہ جس کو لوگ عام طور سے روا نہیں رکھتے اور دوسرے صرف نقدی کے عوض فروخت کر سکتا ہے -

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کے نزدیک وجہ یہ ہے کہ مطلق حکم عرف و رواج کے ساتھ مقید ہوتا ہے اس لیے کہ یہ تصرفات حاجات و ضروریات کو پورا کرنے کے لیے ہوتے ہیں لہذا اپنے اپنے طریقے اور رواج کے ساتھ مقید ہوں گے اور رواج میں بیع مثل قیمت اور نقدی کے ساتھ ہوتی ہے -

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ بیع کی توکیل مطلق ہوئی ہے لہذا جہاں کچھ تہمت نہ ہو وہاں اپنے اطلاق پر باقی رہے گی - اور اگرچہ یہ بات مسلم ہے کہ مطلق عرف و رواج کے ساتھ مقید ہوتا ہے لیکن بعض حالتوں میں مثلاً جب رقم کی شدید ضرورت ہو یا موکل اپنے سامان سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(طویل عرصے سے نہ بکنے کے باعث) بیزار ہو گیا ہو تو عرف و رواج میں زیادہ خسارے سے بھی فروخت کرتے ہیں اور سامان کے عوض بھی فروخت کرتے ہیں۔(شرح مجلہ ص ۴۸۳ ج ۴)

۲۔جو قیمت موکل نے متعین کر دی ہو وکیل اس سے کم پر فروخت نہیں کر سکتا۔

اور اگر وکیل نے کم پر فروخت کر ہی دی تو بیع منعقد ہو گی لیکن موکل کی اجازت پر موقوف رہے گی کیونکہ یہ ضابطہ ہے کہ وکیل بالبیع اگر اپنے موکل کے کہے کے خلاف کرے تو بیع نافذ نہیں ہوتی بلکہ موکل کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے۔وکیل نے اگر موکل کی خلاف ورزی کر کے بیع کی اور فروخت کیا ہوا مال مشتری کے سپرد کر دیا۔ پھر مشتری کے قبضے میں وہ ہلاک ہو گیا تو وکیل پر اس مال کی قیمت (بازار کے نرخ) کا تاوان آئے گا کیونکہ خلاف ورزی کر کے وہ غاصب بن گیا ہے۔

موکل نے وکیل کو حکم دیا کہ وہ اس کی سائیکل کو ایک ہزار میں فروخت کر دے۔وکیل نے وہ سائیکل پانچ سو میں فروخت کر دی حالانکہ اس سائیکل کے بازار کا نرخ ایک ہزار ہی تھا۔ اور مشتری نے اس سائیکل پر قبضہ کر لیا پھر مشتری کے پاس وہ سائیکل ضائع ہو گئی تو مالک کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو وکیل سے تاوان وصول کرے اور چاہے تو مشتری سے تاوان وصول کرے۔ (مجلہ مادہ ۱۴۹۵)

۳۔وکیل بالبیع اپنے موکل کا مال خود اپنے لیے نہیں خرید سکتا اور اسی طرح اپنے نابالغ بچے کے لیے بھی نہیں خرید سکتا اگرچہ موکل نے وکیل کو اس کی صریح اجازت بھی دیدی ہو اور یوں کہا ہو کہ تم جس کے ہاتھ چاہو فروخت کر دو۔یا موکل نے بعد میں وکیل کو خرید کی اجازت دے دی ہو۔

وجہ یہ ہے کہ خرید و فروخت جیسے معاملات میں ایک شخص دونوں جانوں کی نمائندگی نہیں کر سکتا اور نہ ہی یک وقت ایک ہی شی میں بائع و مشتری بن سکتا ہے۔(شرح مجلہ ص ۴۸۷ ج ۴)

۴۔البتہ اپنی بالغ اولاد یا بیوی یا وہ رشتہ دار جن کی گواہی اس کے حق میں جائز نہیں ان کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے بشرطیکہ متعارف قیمت سے زائد پر فروخت کیا ہو۔لیکن اگر موکل نے وکالت عامہ دی ہو اور کہا ہو کہ جس کے ہاتھ چاہے فروخت کرو تو اس وقت ان کے ہاتھ مثل قیمت (یعنی متعارف قیمت) پر فروخت کر سکتا ہے۔(مجلہ مادہ ۱۴۹۷)

۵۔جب بیع کی وکالت مطلق ہو تو وکیل نقد بھی فروخت کر سکتا ہے اور اس مال میں جو مدت ادھار تاجروں کے درمیان متعارف ہو اتنی مدت کے ادھار پر بھی فروخت کر سکتا ہے۔لیکن متعارف مدت سے زائد تک کے ادھار پر فروخت نہیں کر سکتا۔یہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہا اللہ کا قول ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وکالت کے مطلق ہونے کی صورت میں وکیل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی بھی مدت کے ادھار پر فروخت کر سکتا ہے۔(مجلہ مادہ ۱۴۹۸)

۶۔ اگر موکل نے نقد فروخت کرنے کو صراحۃ یا دلالۃ ذکر کیا ہو تو پھر وکیل کو ادھار فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

صراحۃ ذکر کی مثال یہ ہے کہ موکل کہے یہ مال نقد فروخت کردو۔

دلالۃ ذکر کی مندرجہ ذیل چند مثالیں ہیں:

(ا) موکل کہے کہ میرا یہ مال فروخت کر کے میرا قرض ادا کردو یا یوں کہے کہ یہ مال فروخت کردو کیونکہ قرض خواہ میرے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

(ب) موکل کہے کہ مجھے گھر کے خرچ کی ضرورت ہے لہذا میرا یہ مال فروخت کردو۔

(ج) غریب عورت جو ہر وقت خرچ کی محتاج ہوتا ہوا سوت کسی کو فروخت کے لیے دے۔
(شرح مجلہ ص۴۸۹ ج۲)

۷۔ بیع کی وکالت مطلق ہو لیکن مثل قیمت پر فروخت کرنے یا نقدی کے عوض فروخت کرنے کا لفظی قرینہ موجود ہو تو وکیل کو نقصان کے ساتھ یا سامان کے عوض فروخت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

(ا) موکل کہے کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں خود فروخت کروں تو کہیں نقصان نہ کر بیٹھوں لہذا میں چاہتا ہوں کہ تم اپنی رائے سے فروخت کرو تاکہ میرے مال کی حفاظت ہو سکے۔

(ب) وکیل کو اپنا سامان فروخت کرنے کو کہا۔ وکیل نے پوچھا اس کو کتنے میں فروخت کروں۔ موکل نے کہا تم ہی اس سامان اور اس کی قیمت سے زیادہ باخبر ہو۔

ان دونوں صورتوں میں وکیل مثل قیمت سے کم پر فروخت نہیں کر سکتا۔

۸۔ موکل کے تعیین کردہ میں اگر موکل اور وکیل کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے تو موکل کے قول کو (بمعہ اس کی قسم کے) لیا جائے گا خواہ یہ اختلاف اطلاق قید کے بارے میں ہو یا قید کی تعیین کے بارے میں ہو۔

(ا) وکیل نے مال ادھار فروخت کیا۔ موکل نے کہا کہ میں نے تو تمہیں نقد فروخت کرنے کو کہا تھا اور وکیل کہے کہ نہیں بلکہ تم نے مطلق ذکر کیا تھا۔ تو یا تو وکیل اپنے دعوی پر گواہ پیش کر دے ورنہ موکل کا قول بمعہ اس کے حلف کے معتبر ہوگا۔

(ب) وکیل نے پانچ سو میں موکل کا مال فروخت کیا۔ موکل نے کہا میں نے تمہیں ہزار میں فروخت کرنے کو کہا تھا اور وکیل کہے کہ تم نے پانچ سو میں فروخت کرنے کو کہا تھا۔ تو قول موکل کا لیا جائے گا بمعہ اس کے حلف کے۔

۹۔ وہ شی جس کی تبعیض (یعنی جس کے حصے کرنے) میں ضرر ہوتا ہو مثلاً مکان یا سوٹ کا کپڑا تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکیل کے لیے اس کے بعض حصے کی بیع نہیں جائز ہے-اور اگر وہ شی ایسی ہو جس کی تبعیض میں ضرر نہیں ہوتا جیسے گندم کو اس کے بعض حصے کی بیع جائز ہے-(مجلہ مادہ ۱۴۹۹)

جس شی کی تبعیض میں ضرر ہوتا ہو اس کے بعض حصے کو فروخت کرنے کے بعد اگر وکیل موکل کی مخاصمت سے پہلے باقی حصے کو بھی فروخت کر دے تو بیع جائز ہو جائے گی ورنہ باطل ہو جائے گی-باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں ضرر شرکت بنتا ہے یا قیمت میں کمی واقع ہوتی ہے لہذا مطلق وکالت میں مذکورہ صورت شامل نہ ہو گی-

۱۰-موکل نے وکیل کو کپڑوں کی ایک گٹھری فروخت کرنے کے لیے دی-

(۱) وکیل نے پوری گٹھری مثل قیمت پر یا فقط اتنی کمی کر کے بیچی جس کو لوگ روا رکھتے ہیں تو یہ بالاتفاق جائز ہے-اور

(۲) اگر وکیل نے قیمت میں اتنی زیادہ کمی جس کو روا نہیں رکھا جاتا تو اس میں وہی اختلاف ہے جو اوپر ذکر ہو چکا-

(۳) وکیل نے علیحدہ علیحدہ کپڑے فروخت کئے یہاں تک 'کل کپڑے فروخت ہو گئے-اگر حاصل شدہ قیمت اتنی ہو جتنی اکٹھے کی فروخت سے حاصل ہو یا روا رکھی جانے والی کمی کے ساتھ ہو تو بیع بالاتفاق جائز ہے-اور اگر نا قابل روا کمی کے ساتھ ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کے نزدیک ایک قول کے مطابق جائز ہے اور دوسرے قول کے مطابق جائز نہیں ہے-

(۴) اور اگر وکیل نے اس گٹھری میں سے مثلاً صرف ایک کپڑا فروخت کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہے خواہ باقی میں اس کی وجہ سے قیمت میں اتنی کمی آتی ہو جس کو لوگ روا رکھتے ہوں یا نا قابل روا حد تک کی آتی ہو-

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کے قول پر اگر باقی کپڑوں میں نقصان نہ ہو یا قابل روا حد تک قیمت میں کمی آتی ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں-(شرح مجلہ ۴۹۱ ج ۴)

۱۱-وکیل نے موکل کا جو مال فروخت کیا ہو اس کی قیمت کے مقابلے میں مشتری سے رہن بھی لے کر رکھ سکتا ہے اور مشتری سے کفیل و ضامن بھی لے سکتا ہے-اور اگر رہن ہلاک ہو جائے یا کفیل مفلس ہو جائے تو وکیل پر تاوان نہیں آئے گا-(مجلہ مادہ ۱۵۰۰)

وجہ یہ ہے کہ بیع و شراء میں حقوق اصلاً عقد کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں اور یہاں عقد کرنے والا وکیل ہے لہذا حقوق اصالۃً اسی کو حاصل ہوں گے-اور حقوق میں سے قیمت پر قبضہ کرنا بھی ہے اور کفالت اور رہن قیمت کی وصولی کو پکا کرتے ہیں لہذا وکیل کو ان کا حق بھی شرعاً حاصل ہو گا اور چونکہ جواز شرعی تاوان کے منافی ہوتا ہے لہذا رہن کے ہلاک ہونے پر وکیل پر تاوان نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آئے گا۔

۱۲۔ موکل جب وکیل بالبیع پر ایسی شرط عائد کرے جو ہر اعتبار سے مفید ہو تو خواہ موکل نے نفی کے ساتھ اس شرط کی تاکید کی ہو یا نہ کی ہو ہر حال میں وکیل پر اس شرط کی رعایت کرنا واجب ہوتا ہے۔ مثلاً موکل نے کہا کہ اس شی کو خیار شرط کے ساتھ فروخت کرنا تو وکیل پر ضروری ہے کہ وہ خیار شرط کے ساتھ بیع کرے اور اگر اس نے خیار شرط کے بغیر بیع کی تو بیع جائز نہیں ہوگی۔ (شرح مجلہ ص ۴۹۵ ج ۴)

۱۳۔ موکل وکیل بالبیع پر ایسی شرط عائد کرے جو سرے سے مفید نہ ہو بلکہ مضر ہو تو وکیل کے لیے اس شرط کی رعایت کرنا واجب نہیں ہوتا خواہ موکل نے نفی کے ساتھ تاکید کی ہو یا نہ کی ہو۔ مثلاً موکل نے کہا کہ اس شی کو ادھار ہزار روپے پر فروخت کرنا یا کہا کہ ہزار پر ادھار کے علاوہ کسی صورت میں فروخت نہ کرنا اور وکیل اس شی کو نقد ہزار پر فروخت کر دے تو یہ بیع موکل پر جائز ہوگی۔ (شرح مجلہ ص ۴۹۵ ج ۴)

۱۴۔ اور اگر موکل نے ایسی شرط عائد کی ہو جو ایک اعتبار سے مفید ہو اور ایک اعتبار سے مفید نہ ہو تو اگر موکل نے نفی کے ساتھ تاکید کی ہو تو شرط کی رعایت واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ مثلاً موکل نے کہا کہ یہ شی فلاں بازار میں فروخت کرنا لیکن وکیل نے وہ شی کسی دوسرے بازار میں فروخت کر دی تو اگر موکل نے نفی کے ساتھ تاکید نہیں کی تھی تو بیع موکل پر لازم ہوئی اور اگر اس نے نفی کے ساتھ تاکید کی تھی تو بیع موکل پر لازم نہیں ہوگی۔

۱۵۔ وکیل بالبیع جب تک مشتری سے قیمت وصول نہ کرلے اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ موکل کو قیمت کی ادائیگی کرے۔ (مجلہ مادہ ۱۵۰۲)

۱۶۔ اگر فروخت کردہ شی کی قیمت پر موکل نے قبضہ کرلیا تو صحیح ہے اگرچہ یہ حق وکیل کا ہے۔

(ا) بیع صرف نہ ہو اور موکل نے مشتری سے قیمت کا مطالبہ کیا ہو تو مشتری کو حق حاصل ہے کہ وہ موکل کو نہ دے کیونکہ موکل عقد اور اس کے حقوق سے غیر عاقد ہونے کی بنا پر غیر متعلق ہے لیکن اگر مشتری موکل کو قیمت ادا کر دے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ قبضہ میں لی ہوئی قیمت بہر حال موکل ہی کا حق ہے جو اس کو پہنچ گیا ہے اور اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے کہ موکل سے وہ قیمت واپس لے کر پھر اس کو لوٹا دی جائے۔ اسی لیے اگر مشتری کا موکل پر قرض ہو تو مقاصہ (یعنی برابر سرابر) ہو جائے گا۔

اگر وکیل پر مشتری کا قرضہ ہو تو اس صورت میں بھی مقاصہ ہوگا۔ البتہ اس صورت میں وکیل موکل کو تاوان دے گا۔ لیکن اگر وکیل کے قبضہ کے دوران قابل فروخت شی ہلاک ہو گئی اور مشتری کے سپرد نہیں کی گئی تو مقاصہ بھی باطل ہو جائے گا اور وکیل موکل کو تاوان بھی ادا نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرے گا کیونکہ بیع اصل سے تھی ہی فسخ ہو گئی ہے۔
(ب) اور اگر بیع صرف ہو تو موکل کا قبضہ کرنا صحیح نہیں ہو گا کیونکہ بیع صرف مجلس عقد میں عوضین پر قبضہ کرنے سے جائز ہوتی ہے لہذا اس میں قبضہ بمنزلہ ایجاب و قبول کے ہوتا ہے۔ اسی لیے جب حق قبول وکیل کے لیے ثابت ہو تو موکل کے قبول کرنے سے بیع جائز نہیں ہوتی ایسے ہی جب وکیل کے لیے قبضہ ہو تو موکل کے قبضہ کرنے سے بیع صرف جائز نہ ہو گی۔ (شرح مجلّہ ص ۴۹۶ ج ۴)

۱۷۔ جب وکیل بلا اجرت ہو تو وہ فروخت کی ہوئی شی کی قیمت وصول کرنے پر مجبور نہیں ہوتا البتہ اس پر لازم ہوتا ہے کہ وہ اپنے موکل کو قیمت کی وصولی کے لیے اپنی رضامندی سے وکیل مقرر کر دے۔

اور جب وکیل اجرت پر ہو مثلاً دلال وغیرہ تو وہ مشتری سے قیمت کی وصولی کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ (مجلّہ مادہ ۱۵۰۴)

۱۸۔ وکیل بالبیع موکل کی اجازت کے بغیر بیع کا اقالہ کر سکتا ہے خواہ وہ مشتری سے پہلے قیمت وصول کر چکا ہو یا ابھی تک وصول نہ کی ہو۔ لیکن یہ اقالہ اس کے موکل کے حق میں نافذ نہیں ہو گا اور وکیل پر لازم ہو گا کہ وہ اتنی رقم کا تاوان موکل کو ادا کرے جس پر بیع ہوئی تھی۔ (مجلّہ مادہ ۱۵۰۵)

۱۹۔ وکیل بالبیع نے اگر سامان بیع فاسد کے ساتھ فروخت کیا اور مشتری سے قیمت وصول کر کے موکل کے سپرد کر دی تو اس کو حق ہے کہ وہ بیع کو فسخ کر دے اور موکل سے اس کی رضامندی کے بغیر بھی قیمت واپس لے کر مشتری کو واپس کر دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ حق شرع ہے کہ بیع فاسد کو فسخ کیا جائے لہذا جانبین میں سے ہر ایک کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کی رضامندی کے بغیر بھی فسخ کر سکتا ہے۔

۲۰۔ (ا) موکل نے ایک شی کی بیع کا حکم دیا۔ وکیل نے ایک شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کیا اور قیمت پر ابھی قبضہ کیا تھا یا نہیں کہ مشتری نے اس شی میں ایسا عیب پایا جو نیا پیدا نہیں ہو سکتا مثلاً شی کی بناوٹ ہی میں عیب ہو۔ پھر مشتری کے گواہ پیش کرنے سے یا وکیل کے قسم اٹھانے سے انکار کی وجہ سے یا وکیل کے اقرار کی بنا پر عدالت نے وکیل کو وہ شی واپس کرائی تو وکیل وہ شی موکل کو واپس کر سکتا ہے۔

اور اگر ایسا عیب ہو جو نیا پیدا ہو سکتا ہے تو اگر گواہی یا انکار حلف کی بنا پر عدالتی فیصلہ سے وہ شی وکیل کو واپس ہوئی تو وکیل وہ شی موکل کو واپس کر سکتا ہے اور اگر وکیل کے عیب کا اقرار کر لینے کی بنا پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عدالتی فیصلہ سے واپس ہوئی تو یہ شی وکیل پر لازم ہو گی اور وہ موکل کو واپس نہیں کر سکے گا۔
(ب) اگر مشتری نے عدالتی فیصلہ کے بغیر واپس کی اور وکیل نے واپس لے لی تو اگر عیب ایسا ہو جو نیا پیدا ہو سکتا ہو تو واپسی وکیل پر لازم ہو گی اور وکیل کسی بھی صورت میں اپنے موکل سے اس بارے میں جھگڑا نہیں کر سکتا۔ اور اگر عیب ایسا ہو جو نیا پیدا نہ ہو سکتا ہو تو ایک روایت کے مطابق واپسی موکل پر لازم ہو گی جب کہ اکثر روایات کے مطابق واپسی وکیل پر لازم ہو گی اور وہ موکل سے اس بارے میں جھگڑا نہیں کر سکے گا۔

وکالت نکاح

دلیل

عن ام سلمة رضی الله عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث الیها یخطبها فارسلت الیه انی امراة مصبیة وانی اغیر وانی لیس احد من اولیائی شاهدا فقال النبی صلی الله علیه وسلم اماکونک اغیر فسادعو الله فیذهب غیرتک واما کونک مصبیة فان الله سیکفیک صبیانک واما ان احدا من اولیائک لیس شاهدا فلیس احد من اولیائک لا شاهد ولا غائب الا سیر ضانی فقالت ام سلمة قم یا عمرفزوج رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (اعلاء السنن ص ۳۰۹ ج ۱۵)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف پیغام نکاح بھیجا۔ انہوں نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں بچوں والی ہوں' اور مجھ میں (سوکنوں کے معاملہ میں) زیادہ غیرت ہے اور میرا کوئی ولی فی الحال موجود بھی نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا جہاں تک تمہاری غیرت کا معاملہ ہے تو میں دعا کروں گا اللہ تعالی اس کو دور کر دیں گے۔ رہا تمہارا بچوں والا ہونا تو اللہ تعالی تمہارے بچوں کی کفایت کریں گے اور رہی یہ بات کہ تمہارا کوئی ولی موجود نہیں ہے تو تمہارا کوئی بھی ولی حاضر ہو یا غائب ایسا نہیں جو مجھ پر راضی نہ ہو۔ تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (اپنے بیٹے سے) کہا اے عمر کھڑے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (میرے ساتھ) نکاح کر دو۔

احکام

۱۔ توکیل برائے نکاح صحیح ہے اگرچہ اس پر گواہ نہ ہوں۔ یعنی توکیل نکاح کے لیے گواہ بنانا شرط نہیں ہے۔
۲۔ عورت نے وکیل سے کہا تو جس سے چاہے میرا نکاح کر دے تو وکیل خود اپنے سے اس کا نکاح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کر سکتا۔اسی طرح اگر مرد نے عورت کو وکیل بنایا تو وکیل عورت اپنا نکاح اس مرد سے نہیں کر سکتی۔

۳- کسی خاص عورت سے متعین مہر پر نکاح کرانے کو وکیل بنایا۔اگر وکیل اسی عورت سے اتنے ہی مہر کے عوض خود نکاح کر لے تو جائز ہے۔

۴- عورت نے کسی مرد کو اپنے امور کا مختار بنایا۔وکیل نے اس سے نکاح بھی کر لیا۔عورت نے کہا کہ میری مراد بیع و شراء کے امور تھے تو نکاح جائز نہیں کیونکہ اگر وہ اپنا نکاح کرانے کے واسطے وکیل بناتی اس وقت بھی وہ موکلہ سے نکاح نہیں کر سکتا تھا تو زیر بحث صورت میں تو بطریق اولی نہیں کر سکتا۔

۵-وکیل اپنے موکل کا نکاح اپنی نابالغ بیٹی یا نابالغ بھتیجی کے ساتھ جب کہ وہ اس کا ولی ہو نہیں کر سکتا۔اگر بالغہ بیٹی کے ساتھ اس کی مرضی سے موکل کا نکاح کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں الا یہ کہ موکل راضی ہو جائے جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کے نزدیک نکاح جائز ہے۔اگر بالغہ بہن کے ساتھ اس کی مرضی سے نکاح کیا تو بالاتفاق جائز ہے۔

۶- عورت کا وکیل اپنی موکلہ کا نکاح اپنے بیٹے یا باپ کے ساتھ نہیں کر سکتا۔یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔اور نابالغ بیٹے کے ساتھ تو بالاتفاق نہیں کر سکتا۔

۷- عورت کا وکیل جب موکلہ کا نکاح اس کے غیر کفو سے کرے تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔اگر کفو کے ساتھ کیا لیکن شوہر اندھا ہو یا اپاہج ہو یا بچہ ہو یا کم عقل ہو خصی ہو یا نامرد ہو تو نکاح جائز ہے۔

۸-وکیل نے اپنے موکل کا نکاح اندھی یا مجنون یا قابل و نا قابل جماع بچی سے کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر جائز ہے۔

۹-اگر کہا فلاں عورت یا فلاں عورت سے میرا نکاح کر دو۔وکیل نے جس سے بھی کر دیا تو جائز ہے اور اس جہالت سے توکیل باطل نہیں ہو گی۔اور اگر ایک ہی عقد میں دونوں کے ساتھ نکاح کیا تو کسی کا بھی نکاح صحیح نہیں ہو گا۔

۱۰-وکیل کو ایک خاص قبیلہ کی عورت سے نکاح کرانے کو کہا۔وکیل نے کسی دوسرے قبیلہ کی عورت سے کر دیا تو جائز نہیں۔

۱۱- کسی خاص عورت سے نکاح کرانے کو کہا۔وکیل نے اسی عورت سے نکاح کرایا لیکن مہر مثل سے زائد پر۔اگر اتنا زائد ہو جو مہر مثل کی Range میں آتا ہو تو نکاح جائز ہے۔اور اگر اس سے بھی زائد ہو تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جائز ہو گا امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھما اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہو گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۲- کہا کہ دس ہزار مہر پر نکاح کرادو- وکیل نے دس ہزار سے زائد پر نکاح کرایا-
اگر زائد مجہول ہو (یعنی یوں کہا کہ مہر دس ہزار سے زائد ہوگا) تو مہر مثل پر نظر کریں گے- اگر عورت کا مہر مثل دس ہزار ہو یا اس سے کم ہو تو نکاح جائز ہوگا اور دس ہزار ہی مہر شمار ہوگا- اور اگر عورت کا مہر مثل دس ہزار سے زائد ہو تو جب تک موکل اجازت نہ دے نکاح جائز نہ ہوگا-

۱۳- وکیل کو حکم دیا کہ وہ دو ہزار معجل اور آٹھ ہزار موجل مہر پر نکاح کرائے- وکیل نے تین ہزار معجل پر نکاح کیا تو عقد نکاح صحیح نہ ہوگا اور موکل کی اجازت پر موقوف ہوگا-

۱۴- وکیل کو حکم دیا کہ فلاں کی لڑکی سے نکاح کا پیغام دیدو- وکیل لڑکی کے باپ کے پاس آیا اور کہا اپنی بیٹی مجھے دیدو- باپ نے کہا دی- پھر وکیل نے دعوی کیا کہ میرا ارادہ اپنے موکل کے نکاح کا تھا- اگر وکیل کا کلام بطور پیغام نکاح کے تھا اور باپ کا کلام بھی اسی کے جواب کے طور پر تھا عقد نکاح کے طور پر نہیں تھا تو ان کے درمیان سرے سے نکاح نہیں ہوا- اور اگر عقد نکاح کے طور پر کلام واقع ہوا تو وکیل کا نکاح منعقد ہوا موکل کا نہیں کیونکہ جب وکیل نے کہا اپنی بیٹی مجھے دے دو اور باپ نے کہا کہ دی تو ان کے درمیان عقد نکاح مکمل ہو گیا-

۱۵- وکیل نکاح کے لیے جائز نہیں کہ وہ آگے کسی اور کو وکیل بنائے- البتہ اگر اس نے آگے کسی اور کو وکیل بنا دیا اور دوسرے وکیل نے پہلے کی موجودگی میں موکل کا نکاح کیا تو جائز ہے- البتہ اگر موکل نے اپنے وکیل نکاح سے کہا کہ جو بھی تو کرے اس کی اجازت ہے تو اس صورت میں وکیل کے لیے آگے کسی اور کو وکیل مقرر کرنا جائز ہے-

۱۶- اگر دو آدمیوں کو وکیل بنایا پھر ان میں سے فقط ایک نے نکاح کیا تو جائز نہیں ہے-

۱۷- (ا) عورت نے نکاح کا وکیل مقرر کیا پھر موکلہ نے خود اپنا نکاح کر لیا تو وکیل وکالت سے خارج ہو جائے گا خواہ وکیل کو موکلہ کے نکاح کا علم ہو یا نہ ہو-

(ب) کسی خاص عورت سے نکاح کرانے کے لیے وکیل مقرر کیا- پھر موکل نے اس عورت کی ماں یا بیٹی سے نکاح کر لیا تو وکیل کی وکالت ختم ہو جائے گی-

۱۸- جس شخص کے نکاح میں چار عورتیں فی الحال ہوں اور وہ کسی کو وکیل نکاح مقرر کرے تو وکالت اس وقت کے لیے سمجھی جائے گی جب ان چار میں سے ایک نکاح سے علیحدہ ہو جائے-

۱۹- موکل یا موکلہ نے وکیل کو وکالت سے خارج کیا اور وکیل کو اس کا علم نہ ہوا تو وکیل وکالت سے خارج نہیں ہوگا اور وکیل نکاح کر دے تو نکاح جائز ہوگا-

۲۰- نکاح میں ایک ہی شخص دونوں جانب سے وکیل ہو سکتا ہے- اور ایک جانب سے اصیل اور ایک جانب سے وکیل بن سکتا ہے-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکالت طلاق

احکام

۱- وکیل کو کہا کہ تم میری بیوی کو طلاق سنت دیدو (یعنی مہینے کے پاکی کے دنوں میں جب کہ ان میں جماع نہ ہو طلاق دیدو) یہ تو کیل حالت حیض میں ہو یا اس طہر (دو حیضوں کے درمیان کے پاکی کے دن) میں جس میں موکل بیوی سے جماع کر چکا ہے- وکیل نے حالت حیض میں یا اسی طہر میں طلاق دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہو گی- البتہ وکالت بھی باطل نہیں ہو گی حتی کہ اگر وکیل نے سنت کے وقت میں یعنی آئندہ جماع سے خالی طہر میں طلاق دی تو وہ واقع ہو گی-

۲- موکل نے وکیل کو کہا کہ میری بیوی کو تین طلاق سنت دیدو- وکیل نے موکل کی بیوی سے جماع سے خالی طہر میں کہا کہ تمہیں تین طلاق سنت ہیں- تو ایک طلاق فی الحال واقع ہو جائے گی- پھر جب عورت کو حیض آئیں اور دوبارہ طہر ہو جائے تو طلاق واقع نہیں ہو گی الا یہ کہ موکل دوبارہ طلاق کہے-

وجہ یہ ہے کہ تین طلاق سنت کی صورت یہ ہوتی ہے کہ عورت کو ہر مہینے میں جماع سے خالی پاکی کے ایام میں ایک طلاق دی جائے اس طرح تین مہینوں میں تین طلاقیں دی جائیں-

۳- طلاق دینے کے لیے وکیل بنایا پھر موکل نے خود طلاق دیدی تو اگر وکیل نے عدت کے دوران طلاق دی تو وہ بھی واقع ہو جائے گی- اور اگر عدت گزرنے کے بعد شوہر نے اسی عورت سے دوبارہ نکاح کر لیا ہو پھر وکیل نے طلاق دی تو واقع نہ ہو گی-

۴- وکیل کو ایک طلاق دینے کو کہا- وکیل نے دو طلاقیں دیدیں تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی طلاق نہ ہو گی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھا اللہ کے نزدیک ایک طلاق ہو گی-

۵- ایک شخص نے دوسرے کو کہا کہ میری بیوی کو طلاق دیدو- وکیل نے اس کو تین طلاقیں دیدیں- اگر شوہر نے تین کی نیت کی تو تین ہی شمار ہوں گی- اور اگر تین کی نیت نہ کی تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک طلاق واقع نہ ہو گی جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھا اللہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہو گی-

۶- وکیل کو طلاق بائنہ دینے کو کہا- وکیل نے ایک طلاق رجعی دی تو ایک طلاق بائنہ واقع ہو گی-

۷- وکیل کو ایک طلاق رجعی دینے کو کہا- وکیل نے ایک طلاق بائنہ دی تو اگر وکیل نے یوں کہا تھا کہ میں نے تجھے ایک طلاق بائنہ دی تو وہ رجعی سمجھی جائے گی اور اگر وکیل نے یوں کہا تھا کہ میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے تجھے بائن کیا تو کچھ واقع نہ ہو گا۔

۸۔اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں تو تم اس کو طلاق دیدینا۔ پھر موکل نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔اور وکیل نے طلاق دیدی تو صحیح ہے۔

۹۔ طلاق کا وکیل اگر آگے کسی اور کو وکیل بنادے تو صحیح نہیں۔اور اگر آگے کسی اور کو وکیل مقرر کر ہی دیا اور وکیل ثانی نے وکیل اول کی موجودگی میں بھی طلاق دی تو وہ واقع نہ ہو گی۔

۱۰۔وکیل کو کہا کہ تم میری بیوی کو طلاق دیدو میں نے یہ معاملہ تمہارے حوالے کیا تو یہ وکالت اسی مجلس میں مقصور رہے گی۔

۱۱۔ طلاق کے لیے وکیل مقرر کیا۔ وکیل نے وکالت کا علم ہونے سے پیشتر اتفاق سے موکل کی بیوی کو طلاق دیدی تھی تو وہ واقع نہ ہو گی۔

۱۲۔ خلع کے لیے وکیل مقرر کیا تو جب تک موکل اس کو معزول نہ کرے وہ اس مجلس میں بھی خلع کر سکتا ہے اور بعد میں بھی کر سکتا ہے۔

۱۳۔ محض خلع کے وکیل کو بدل خلع کی رقم پر قبضہ کرنے کا حق نہیں ہوتا۔

۱۴۔ شوہر کو طلاق کا وکیل بنانے پر مجبور کیا گیا۔ زبردستی سے مجبور ہو کر شوہر نے وکیل مقرر کر دیا اور اس وکیل نے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

۱۵۔جس وکیل کو وکالت عامہ حاصل ہو اس کو موکل کی بیوی پر طلاق واقع کرنے کا اختیار نہیں ہوتا۔

۱۶۔ اگر کاتب کو کہا کہ میری بیوی کی طلاق لکھ دو تو اگرچہ کاتب نے نہ لکھی ہو یہ طلاق کا اقرار ہو گا اور اگر یوں کہا کہ میری بیوی کو طلاق لکھ دو تو لکھنے سے طلاق واقع ہو گی۔ ردالمحتار ص ۴۶۵ ج ۲

ایک اہم تنبیہ

پاکستان میں نافذ عائلی قوانین کی رو سے تین طلاقوں کا نوٹس دینے کے بعد اگر نوے دن کے اندر صلح ہو جائے تو طلاق کا نوٹس کالعدم شمار ہوتا ہے۔اسی بنا پر جب کوئی عام شخص کسی وکیل یا وثیقہ نویس کے پاس طلاق نامہ لکھوانے جاتا ہے تو یہ لوگ بے دھڑک تین طلاقیں بھی لکھ دیتے ہیں اور ساتھ میں کنایہ کے الفاظ بھی لکھ دیتے ہیں جو موجب طلاق بنتے ہیں۔اور شوہر کو تسلی دیتے ہیں کہ تم نوے دن کے اندر رجوع کر سکتے ہو اور طلاق نامہ خود بخود Cancel ہو جائے گا۔یہ ان حضرات کی شوہر کے ساتھ اور اپنے دین کے ساتھ بہت بڑی خیانت ہے اور اپنے پیشے سے بھی خیانت ہے کہ بلاوجہ زائد الفاظ لکھتے ہیں۔اس کی وجہ سے ایک بڑا معاشرتی اور مذہبی الجھاؤ پیدا ہوتا ہے جس کی طرف سے یہ لکھنے والے بالکل بے فکر ہوتے ہیں۔یہ تو سب اہل علم جانتے ہیں کہ اہلسنت کی چاروں فقہوں کی رو سے قرآن اور سنت کے مطابق تین طلاقیں یک وقت دینے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں- عام لوگ اپنی ناسمجھی میں وکیل وغیرہ سے طلاق نامہ لکھوانے کے بعد جب علماء سے رجوع کرتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں اور مصالحت کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی-

اگر وکیل حضرات عائلی قوانین کو شریعت کے مطابق نہیں ہوا سکتے تو کم از کم ایک سنگین معاشرتی الجھن ہی کا احساس کر کے اس کو کم کرنے کی کوشش کر سکتے ہیں- اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص ان سے طلاقنامہ لکھوانے آئے اور اس نے زبان سے طلاق ابھی نہ دی ہو تو اول تو یہ اس کو مشورہ دے سکتے ہیں کہ ثالثی عدالت کو اور زوجہ کو طلاق کا جو نوٹس بھیجا جاتا ہے اس میں یہ لکھیں کہ ہمارا اکٹھا رہنا مشکل ہو گیا ہے- اگر ثالثی عدالت کوئی مصالحت نہ کرا سکے تو طلاق دیدیں گے- اور پھر جب طلاق نامہ لکھوایا جائے تو موکل کو بتایا جائے کہ ایک طلاق لکھنے سے بھی وہی مقصد حاصل ہو تا ہے اور یہ گنجائش بھی رہتی ہے کہ عدت کے دوران چاہیں تو رجوع کر لیں اور عدت کے بعد چاہیں تو دوبارہ نکاح پڑھوالیں-

پیشہ وکالت سے متعلق حضرات پر یہ بہت بڑی مذہبی اور معاشرتی ذمہ داری ہے اور رائج عائلی قوانین بھی مذکور طریقے کو اختیار کرنے سے مانع نہیں ہے- وکیل حضرات اس ذمہ داری کے بارے میں غفلت اور لاپرواہی کی روش سے اجتناب کریں- یہ ان کی بڑی خدمت خلق ہو گی-

وکالت خصومت

دلائل

۱- عن ابن عباس فی قصة قدوم مسيلمة الكذاب فاقبل اليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه ثابت بن قيس بن شماس وفی يد رسول الله صلى الله عليه وسلم قطعة جريد حتى وقف على مسيلمة فی اصحابه فقال لوسالتنی هذه القطعة ما اعطيتكها ولن تعدو امرالله فيک ولئن ادبرت ليعقرنک الله وانی لاريک الذی اريت فيه مارايت و هذا ثابت يجيبک عنی-

میلمہ کذاب کی آمد کے قصے میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے- آپ کے ساتھ ثامت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ تھے اور آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی- یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسیلمہ کے پاس اس کے ساتھیوں میں کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا اگر تو مجھ سے اس چھڑی کا بھی مطالبہ کرے تو میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجھے یہ نہیں دوں گا- اللہ تعالی کا تیرے بارے میں جو فیصلہ ہے تو ہرگز اس سے تجاوز نہیں کر سکتا- اور اگر تو نے پیٹھ پھیری تو اللہ تعالی ضرور ہلاک کر دیں گے اور میں تجھے وہی بات بتا تا ہوں جو مجھے بتائی گئی- اور یہ ثامت ہیں جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے-

۲- عن عبدالله بن جعفر قال كان علي بن ابي طالب رضي الله عنه يكره الخصومة فكان اذا كانت له خصومة وكل فيها عقيل بن ابي طالب فلما كبر عقيل وكلني-

عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خصومت کو ناپسند کرتے تھے لہذا جب ان کا کوئی مقدمہ ہوتا تھا تو اس کے لیے وہ عقیل بن ابی طالب کو وکیل بناتے تھے- پھر جب وہ بڑی عمر کے ہو گئے تو مجھے اپنا وکیل بنا دیا-

احکام

۱- خواہ موکل مدعی ہو یا مدعا علیہ ہو اور خواہ وہ اونچے مرتبہ کا ہو یا کم مرتبہ کا ہو اور خواہ موکل مقیم ہو یا مسافر ہو اور خواہ وہ پردہ نشین ہو یا نہ ہو اس کا اپنا وکیل مقرر کرنا صحیح ہے اور اس میں دوسرے فریق کی رضامندی شرط نہیں ہے- وجہ یہ ہے کہ یہ وکالت یا تو جواب دینے کے لیے ہو گی یا خصومت کے لیے ہو گی اور یہ دونوں بھی موکل کے حق ہیں- جب یہ موکل کے اپنے حق ہیں تو توکیل خالص اپنے حق میں تصرف ہوا اور اس کے لیے دوسرے کی رضامندی شرط نہیں ہے-

۲- وکیل خصومت اگر اپنے موکل کے خلاف عدالت کے روبرو اقرار کرے تو معتبر ہے ورنہ نہیں اور دیگر جگہ اقرار کرنے سے وکیل معزول بھی قرار پائے گا- وجہ یہ ہے کہ یہ توکیل صحیح ہے اور توکیل ان تمام امور کو شامل ہے جن کا اختیار موکل کو ہوتا ہے اور وہ مطلق جواب ہے خواہ وہ انکار ہو یا اقرار ہو-

امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وکیل موکل کا قائم مقام ہوتا ہے لہذا جیسے موکل کا ہر جگہ اقرار کرنا معتبر ہوتا ہے اسی طرح وکیل کا اقرار بھی عدالت کے ساتھ خاص نہیں ہو گا- امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کا قول ہے کہ توکیل صرف جواب کو شامل ہے- جواب میں اگر انکار ہو تو خصومت حقیقتاً ہے اور اگر اقرار ہو تو خصومت مجازا ہے- اور صرف عدالت ہی میں اقرار مجازا خصومت ہوتا ہے کیونکہ یہ خصومت کے جواب میں اس کے مقابلہ پر ہوتا ہے-

اقرار حدود و قصاص میں نہ ہو کیونکہ شبہ کی وجہ سے وکیل کا اپنے موکل کے خلاف ان میں اقرار صحیح نہیں ہے- (شرح مجلہ ص ۵۱۳ ج ۴)

۳- وکیل خصومت کے اقرار و انکار سے متعلق مندرجہ ذیل پانچ صورتیں ہیں :

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) وکالت کو مطلق رکھا تو وکیل کو اقرار کرنے اور انکار کرنے دونوں کا اختیار ہوگا۔
(۲) موکل نے وکیل کو اقرار کی اجازت دی تب بھی وکیل کو اقرار و انکار دونوں کا اختیار ہوگا۔
(۳) موکل نے وکیل سے اقرار کا استثناء کیا تو وکیل کو صرف انکار کا اختیار ہوگا۔
(۴) موکل نے وکیل سے انکار کا استثناء کیا تو وکیل کو صرف اقرار کا اختیار ہوگا۔
انکار کے استثناء کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کبھی انکار مضر ہوتا ہے مثلاً یہ کہ مدعا بہ مدعا علیہ کے پاس امانت ہو۔ اگر وکیل مدعا علیہ کے پاس مدعا بہ کے وجود کا انکار کر دے تو بعد میں مدعا علیہ کی جانب سے امانت کو واپس لوٹانے کا دعوی صحیح نہیں ہوگا صرف انکار سے پہلے صحیح ہوگا۔ لہذا انکار کے استثناء میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔
(۵) موکل نے وکیل سے اقرار و انکار دونوں ہی کا استثناء کیا تو اس صورت میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق یہ استثناء ہی صحیح نہیں کیونکہ وکالت کے تحت اب کچھ باقی نہیں رہا۔ اور دوسرے قول کے مطابق یہ استثناء صحیح ہے کیونکہ سکوت باقی ہے۔ (شرح مجلہ ص ۵۱۴ ج ۴)
۴۔ توکیل بالا قرار خود اقرار نہیں کہ اس کو موکل کا اقرار سمجھ لیا جائے کیونکہ اس کا بھی احتمال ہے کہ موکل نے جھگڑے اور ہنگامے سے بچنے کے لیے وکیل کو مدعی کے اقرار کا کہہ دیا ہو اگرچہ واقعتاً موکل کے ذمے مدعی کا کچھ حق نہ نکلتا ہو کیونکہ ہر شخص ان باتوں کا تحمل نہیں کر سکتا۔ (شرح مجلہ ص ۵۱۵ ج ۴)
۵۔ وکالت خصومت کو قرض پر قبضہ کی وکالت لازم نہیں ہے۔
اسی ضابطہ کی بناء پر وکیل دعوی اس مال پر قبضہ نہیں کر سکتا جس کا فیصلہ اس کے حق میں دیا گیا ہو جب تک موکل کی جانب سے اس کو قبضہ کرنے کی وکالت نہ سونپی گئی ہو۔
حنفیہ کے تینوں ائمہ کے نزدیک وکیل خصومت کو مدعا پر قبضہ کرنے کا حق بھی حاصل ہوتا ہے کیونکہ جو کسی کام کا اختیار رکھتا ہے اسے اس کام کو پورا کرنے اور انتہا تک پہنچانے کا اختیار ہوتا ہے اور خصومت کی انتہا قبضہ سے ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ لوگوں میں عام طور سے خیانت کا غلبہ ہو گیا اور وکیلوں میں بھی یہ عیب غالب نظر آنے لگا تو امام زفر رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کیا گیا اور اب انہی کے قول پر عمل اور فتوی ہے۔
۶۔ وکالت قبضہ وکالت خصومت کو مستلزم نہیں ہے۔ (مجلہ مادہ ۱۵۲۰)
کسی معین شی اور سامان کے قبضہ میں تو اس ضابطہ پر حنفیہ کے تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ البتہ دین و قرض پر قبضہ کی صورت میں یہ قول امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کا ہے جب کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے موافق ہے کیونکہ خصومت اور چیز ہے اور مال پر قبضہ علیحدہ چیز ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جو خصومت کی اہلیت رکھتا ہو اس میں امانتداری کا وصف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی موجود ہو۔ (شرح مجلہ ص ۵۱۶ ج ۴)

۷۔اپنے قرض پر قبضہ کے لیے وکیل مقرر کیا۔وکیل نے جب مقروض سے مطالبہ کیا تو مقروض نے دعوی کیا کہ وہ اس کے موکل کو ادائیگی کر چکا ہے۔امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک دعوی قبول کیا جائے گا جب کہ امام ابو یوسف اور امام محمد رحمھا اللہ کے نزدیک عین شی ہو یا قرض ہو مقروض کا دعوی موقوف رہے گا یعنی مقروض کو ادائیگی کے لیے مجبور نہیں کیا جائے گا یہاں تک کہ موکل خود حاضر ہو جائے۔ (شرح مجلہ ص ۵۱۷ ج ۴)

۸۔وکالت بالخصومت کو بطور پیشہ اختیار کرنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱) باطل کی حمایت نہ کی جائے اور حق کا انکار نہ کیا جائے۔

(۲) گواہوں کو جھوٹ اور غلط بیانی نہ سکھائی جائے۔

(۳) شریعت کے مقرر کردہ احکام سے تجاوز نہ کیا جائے۔مثلاً تین طلاقیں یک وقت دینے سے اہل سنت کی چاروں فقہوں میں قرآن اور سنت وحدیث کی رو سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ چچا کی موجودگی میں یتیم پوتے کو میراث میں شریک کرنا شریعت کے خلاف ہے۔سودی معاملات اور سود غیر شرعی اور ناجائز ہیں۔مقدمات کی پیروی میں ان احکام اور دیگر احکام شرعیہ کی مخالفت کرنا حرام ہے اور اس پر اجرت لینا بھی حرام ہے۔

(۴) ججوں کو Guide Line دینا تاکہ وہ اپنے فیصلے شریعت کے مطابق کر سکیں یہ بھی ضروری ہے۔مثلاً عائلی قوانین کے تحت تنسیخ نکاح کے فیصلے دیئے جاتے ہیں۔ مشاہدہ میں ہے کہ بہت سے مقدمات میں تنسیخ نکاح کی شرعی وجوہات کی عدم موجودگی میں بھی تنسیخ کر دی جاتی ہے۔اور تقریباً تمام ہی مقدمات میں یہ فیصلہ دیا جاتا ہے کہ خلع کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کیا جاتا ہے۔فیصلہ کی یہ عبارت بہت ہی متضاد Self Contadictory بھی ہے اور مبہم Vague بھی ہے کیونکہ خلع زوجین کے درمیان ایک معاملہ ہوتا ہے جب کہ تنسیخ نکاح عدالت کا ایک خصوصی اختیار ہوتا ہے علاوہ ازیں خلع میں بدل خلع ہوتا ہے جس کو قطعاً ذکر نہیں کیا جاتا۔وکلاء کی ذمہ داری ہے کہ قانون میں اگر کوئی جھول ہے تو وہ اس سے آنکھیں بند نہ کریں بلکہ پوری واقفیت بہم پہنچا کر ججوں کی رہنمائی کریں کہ جہاں تنسیخ نکاح کی واقعی شرعی وجہ موجود ہو وہاں تنسیخ کو مطلقاً ذکر کریں خلع کو اس کی بنیاد نہ بنائیں۔اور جہاں تنسیخ کی واقعی اور شرعی وجہ نہ بنتی ہو لیکن نکاح جاری رکھنے میں زوجین کا نقصان ہو تو شوہر کو خلع پر آمادہ کر کے اس سے زبانی خلع کہلوا لیں یا خلع نامہ لکھوا لیں۔ورنہ موجودہ اور رائج طریق کار میں شرعاً نہ تو تنسیخ نکاح ہوتا ہے اور نہ ہی خلع ہوتا ہے اور نتیجتاً زوجہ آگے جو دوسرا نکاح کرتی ہے وہ بھی شرعاً صحیح نہیں ہوتا۔وکلا کے تھوڑے سے اہتمام اور ہمت سے غیر شرعی فیصلے شریعت کے موافق بن سکتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وکالت برائے وصولی وادائیگی

دلیل

عن جابر بن عبدالله فی قصة اشتراء النبی صلی الله علیه وسلم جمله وفیه انه قال: بل بعنیه قد اخذته باربعة دنانیزولک ظهره الی المدینة قال فلما قدمنا المدینة قال یا بلال اقضه وزده فاعطاه اربعة دنانیرو زاده قیراطا (اعلاء السنن ص ۳۲۵، ۱۵)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اونٹ کی خریداری کے قصے میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو اور میں نے اس کو یعنی اونٹ کو چار دینار میں خریدا اور تم مدینہ تک اس پر سواری کرو۔ پھر جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال ان کو اونٹ کی قیمت ادا کر دو اور کچھ زیادہ اور دو۔ تو بلال رضی اللہ عنہ نے چار دینار اور ایک قیراط ان کو دیا۔

احکام

۱۔ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تم میرا قرض ادا کر دو یا میرے ذمہ جو سرکاری ٹیکس ہے ادا کر دو یا فلاں کے جو میرے ذمہ میں ہزار روپے ہیں ان کی ضمانت دیدو یا میرے عیال پر اتنا خرچہ کر دو یا میرے گھر کی تعمیر میں اتنا روپیہ لگا دو تو مامور ہر حال میں رجوع کر سکتا ہے یعنی آمر سے اپنی رقم کا مطالبہ کر سکتا ہے خواہ آمر نے یہ شرط کی ہو کہ تم مجھ سے بعد میں لے لینا یا نہ کی ہو۔ (عالمگیری ص ۲۶۲ ج ۳)

۲ (ا) اگر یوں کہا کہ فلاں کو اتنے روپے دیدو یا فلاں کو اتنے ادا کر دو اور ساتھ میں یوں نہ کہا کہ میری جانب سے یا یہ کہ میں ضامن ہوں گا یا یہ کہ تمہارے وہ روپے میرے ذمہ میں ہوں گے۔ تو اگر مامور آمر کا شریک ہے یا ان میں سے ایک دوسرے کے عیال میں شامل ہے تو رجوع کر سکے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو مامور آمر پر رجوع نہیں کر سکے گا البتہ جس کو دیئے ہیں اس پر رجوع کر سکے گا۔

(ب) مذکورہ بالا صورت میں اگر یوں کہا کہ میری جانب سے ادا کر دو یا یہ کہ میں اس رقم کا ضامن ہوں گا تو پھر مامور رجوع کر سکے گا۔ (عالمگیری ص ۲۶۲ ج ۳)

۳۔اگر کہا کہ فلاں کو میری طرف سے ایک ہزار ہدیہ کر دو یا اس کو قرض دیدو یا فلاں کو میری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف سے اس کے مجھے ہبہ کرنے کے عوض ایک ہزار دیدویا میری قسم کے کفارہ میں آٹا دیدو-یا میرے مال کی زکواۃ اپنے مال میں سے ادا کر دو یا میری طرف سے کسی شخص کو حج کرادو تو رجوع صرف اسی وقت ہو سکے گا جب آمر نے رجوع کی شرط لگائی ہو-اور اگر رجوع کی شرط نہ کی ہو تو اگرچہ آمر نے میری طرف سے کے الفاظ کہے ہوں یا مامور آمر کا شریک ہو مامور آمر پر رجوع نہیں کر سکے گا-

۴-ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال دیا کہ فلاں کو دیدو- پھر جس کو دینا تھا اس کے بارے میں اختلاف ہوا- آمر کہتا ہے کہ میں نے تمہیں زید کو دینے کو کہا تھا جب کہ مامور کہتا ہے کہ تم نے خالد کو دینے کو کہا تھا اور وہ میں اس کو دے چکا ہوں تو وکیل کے قول کا اعتبار ہو گا مع اس کے حلف کے کیونکہ دونوں یعنی آمر و مامور رقم کسی کو دینے پر متفق ہیں لہذا وکیل امین ہوا اور قول امین کا لیا جاتا ہے- (شرح مجلہ ص ۵۰۲ ج ۴)

۵-آمر نے مامور کے ادا کرنے کا انکار کیا-اس پر مامور نے ادائیگی پر بینہ (گواہ و ثبوت) پیش کر دیئے جب کہ قرض خواہ موجود نہیں ہے تو مامور کے بینہ کو قبول کیا جائے گا حتیٰ کہ اگر قرض خواہ بعد میں آجائے اور وہ بھی وصولی سے انکار کر دے تو اس کے انکار کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا- (شرح مجلہ ص ۵۰۲ ج ۴)

۶-ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ زید کا میرے ذمے جو قرض ہے وہ تم ادا کر دو-مامور نے قرض ادا کیا پھر آمر کے پاس رجوع کے لیے آیا-اب آمر نے کہا کہ نہ تو زید کا میرے ذمے قرض تھا اور نہ ہی میں نے تمہیں اس کی ادائیگی کا حکم دیا تھا اور نہ ہی تم نے کچھ ادائیگی کی ہے-آمر نے یہ انکار اس حال میں کیا کہ قرض خواہ یعنی زید بھی موجود نہیں ہے-مامور نے قرض اور ادائیگی کے حکم پر بینہ پیش کر دیئے تو زید کے لیے مال کا فیصلہ آمر پر کیا جائے گا اور مامور کے لیے آمر پر رجوع کا فیصلہ کیا جائے گا- (شرح مجلہ ص ۵۰۲ ج ۴)

۷-(ا) جس کو قرض کی ادائیگی کا حکم دیا گیا اس نے اپنا مال قرض خواہ کے ہاتھ فروخت کیا اور آمر کے قرض کے بدلے میں مقاصہ (برابر سرابر) کر لیا- تو مامور آمر سے قرض کی مقدار لے سکے گا اگرچہ مامور نے اپنا مال قیمت مثل سے زائد پر فروخت کیا ہو اور آمر کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ وہ قیمت مثل سے زائد مقدار مامور کو ادا نہ کرے- (مجلہ مادہ ۱۵۰۷)

(ب) ایک شخص نے دوسرے کو ایک ہزار روپے دیئے اور اس کو حکم دیا کہ یہ رقم میرے قرض خواہ کو دیدو-مامور نے اپنے پاس سے قرض خواہ کو دوسرے ہزار روپے دے دیئے یا اس کے ہاتھ ہزار روپے میں اپنا کپڑا فروخت کر دیا یا خود مامور کا قرض خواہ کے ذمے ہزار روپے کا قرض تھا اور دونوں نے مقاصہ کر لیا تو یہ تمام صورتیں جائز ہیں- (شرح مجلہ ص ۵۰۴ ج ۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸- آمر نے مامور کو اپنے قرض کی ادائیگی کرنے کو کہا- پھر آمر نے اپنے مال میں سے قرض خواہ کو ادائیگی کر دی- بعد میں مامور نے بھی قرضخواہ کو رقم دیدی تو مامور اپنی دی ہوئی رقم کے لیے قرض خواہ سے رجوع کرے گا آمر پر رجوع نہ کرے گا- وجہ یہ ہے کہ آمر کی ادائیگی کے ساتھ ہی وکیل کی معزولی ثابت ہوئی- ابن سماعہ رحمہ اللہ کی نوادر کی روایت کے مطابق یہ شرط نہیں ہے کہ مامور کو آمر کی ادائیگی کا علم ہو لیکن کتاب الاصل میں مامور کے علم ہونے کو شرط کہا ہے- اگر مامور نے اس بات پر بینہ پیش کر دیئے کہ اس نے حکم کے بعد آمر کی ادائیگی سے پیشتر ادائیگی کی تھی تو مامور کو اختیار ہو گا کہ چاہے تو قرض خواہ سے رجوع کرے اور چاہے تو آمر سے رجوع کرے-

۹- ایک شخص نے دوسرے کو حکم دیا کہ تم میری ذات پر یا میرے اہل و عیال پر خرچہ کرو- تو مامور آمر سے اس کے مرتبہ اور رواج کے مطابق کیا ہوا خرچہ وصول کر سکتا ہے- اگرچہ آمر نے یہ نہ کہا ہو کہ فی الحال تم خرچہ کر لو بعد میں ادائیگی کر دوں گا- اسی طرح اگر آمر نے کہا کہ میرا مکان ہوا دو اور مامور نے ہوا دیا تو اگرچہ رجوع کی شرط نہ کی گئی ہو مامور کو رجوع کا حق حاصل ہو گا- اگر مامور نے آمر کے مرتبہ اور رواج سے زیادہ خرچہ کیا تو زائد خرچہ اس کا تبرع و احسان شمار ہو گا- (مجلہ مادہ ۱۵۰۸)

۱۰- مامور نے ہزار خرچ کرنے کا دعوی کیا لیکن آمر نے کل رقم یا مثلاً نصف رقم خرچ کیے جانے سے انکار کیا تو قول آمر کا ہو گا مع اس کے حلف کے اور مامور پر بینہ کو پیش کرنا ہو گا کیونکہ مامور آمر پر قرض کا مدعی ہے-

اگر آمر نے مامور کو ایک رقم دی اور مامور کو اس میں سے خرچ کرنے کو کہا- پھر ان میں اختلاف پیدا ہوا- مامور نے کہا کہ میں نے پوری رقم خرچ کر دی ہے جب کہ آمر کہتا ہے کہ تم نے کچھ نہیں یا اس میں سے مثلاً صرف نصف خرچ کی ہے- اس صورت میں قول مامور کا ہو گا مع اس کے حلف کے کیونکہ مامور امین ہے جو امانت کی ذمہ داری سے عہدہ بر آ ہونے کا مدعی ہے- (شرح مجلہ ص ۵۰۵ ج ۴)

۱۱- ایک شخص نے دوسرے کو یوں کہہ کر اپنے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا کہ تم اپنے مال میں سے میری اتنی مقدار کا قرض ادا کر دو- مامور نے آمر سے وعدہ کر لیا لیکن بعد میں ادائیگی کرنے سے پھر گیا تو مامور کو محض وعدہ کی بنا پر ادائیگی کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا- اس کی وجہ یہ ہے کہ وکیل کو توکیل شدہ فعل کو کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا- (مجلہ مادہ ۱۵۱۱)

۱۲- جب آمر کا قرض مامور کے ذمے ہو اور وہ مامور کو حکم دے کہ تم میرا قرض اس میں سے ادا کر دو تو مامور کو اس کی ادائیگی پر مجبور کیا جا سکتا ہے-

اگر یوں کہا کہ میرا یہ مال فروخت کر دو اور قیمت میں سے میرا قرض ادا کر دو تو اگر وکیل و مامور بلا اجرت ہو تو اس کو فروختگی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا البتہ اگر اجرت پر ہو تو اس کو مال کی فروخت پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور قرض کی ادائیگی پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔ (مجلّہ مادہ ۱۵۱۲)

۱۳۔ایک شخص دوسرے کو کچھ رقم دے اور کہے کہ یہ میرے فلاں قرض خواہ کو دیدو۔ تو آمر کے دیگر قرض خواہ اس رقم میں سے حصہ نہیں لے سکتے اور مامور کے لیے بھی جائز نہیں کہ وہ یہ رقم آمر کے تعیین کردہ قرض خواہ کے علاوہ کسی دوسرے قرض خواہ کو دے۔اور اگر دے گا تو آمر کے حکم کی مخالفت کے باعث اس پر تاوان آئے گا۔ (مجلّہ مادہ ۱۵۱۳)

دوسرے قرض خواہوں کو حصہ لینے کا حق اس لیے نہیں ہوگا کہ مقروض کو حق ہوتا ہے کہ وہ ادائیگی میں ایک قرض خواہ کو دوسرے پر ترجیح دے۔

لیکن یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب آمر مقروض مرض موت میں مبتلا نہ ہو ورنہ باقی قرض خواہ جب کہ قرض ترکہ کے برابر یا اس سے زائد ہو۔ اس رقم میں سے اپنا حصہ وصول کر سکتے ہیں۔ (شرح مجلّہ ص ۵۰۹ ج ۴)

۱۴۔ایک نے دوسرے کو اپنے قرض خواہ کو واپس کرنے کے لیے کچھ رقم دی اور کہا کہ جب تک تم قرض خواہ سے وصولی کی رسید نہ لے لو اس کو رقم نہ دینا۔اگر وکیل نے موکل کی ہدایت کے خلاف ادائیگی کی اور بعد میں قرض خواہ وصولی سے منکر ہو گیا اور وکیل قرض خواہ کے قبضہ اور وصولی کو ثابت نہ کر سکا تو آمر مامور سے تاوان وصول کر سکتا ہے۔ (مجلّہ مادہ ۱۵۱۵)

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب موکل وکیل پر ایسی شرط رکھے جو ہر لحاظ سے مفید ہو تو وکیل پر اس شرط کی رعایت کرنا واجب ہوتا ہے۔

۱۵۔ایک نے دوسرے کو کچھ دراھم اپنا قرض ادا کرنے کے لیے دیئے۔ پیشتر اس کے کہ مامور آمر کے قرض خواہ کو وہ رقم ادا کرے اگر مامور کو آمر کی موت کا علم ہو جائے تو یہ دراھم آمر کے ترکہ میں لوٹائے جائیں گے اور قرض خواہ ترکہ میں سے اپنا قرض وصول کرے گا۔ (جملہ مادہ ۱۵۱۴)

وجہ یہ ہے کہ قبضہ سے پیشتر رقم قرض خواہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی اور موکل کی موت سے وکیل معزول ہو چکا للذا وہ وکیل کے قبضہ میں امانت رہی اور میت کے ترکہ میں شامل ہو گئی۔اس لیے وکیل پر لازم ہوگا کہ وہ اس رقم کو ترکہ میں واپس لوٹائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اس رقم کو میت کے وارثوں کے سپرد کر دے۔یہ اس صورت میں بھی ہے جب قرض میت کے ترکہ کے برابر یا اس سے زائد ہوں کیونکہ یہ وارث کا حق ہے کہ وہ میت کی امانتوں کو اپنے قبضہ میں لے اور ان میں سے میت کے قرض خواہوں کے قرضے ادا کرے۔البتہ اگر کوئی وارث ایسا ہو جس سے خوف ہو کہ اگر رقم اس کو واپس کی گئی تو وہ اس رقم کو فوراً ختم کر دے گا اور قرض خواہوں کو نہ دے گا تو اس صورت میں عدالت سے رجوع کیا جائے۔

اگر وکیل کو آمر کی موت کا علم نہ ہوا اور اس کی موت کے بعد لاعلمی میں وکیل نے رقم قرض خواہ کو واپس کی تو وہ رقم ترکہ میں شمار نہ ہوگی اور وکیل قرض خواہ سے تاوان نہ لے سکے گا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دیگر متفرق وکالتیں

وکالت ادائیگی زکواۃ

۱-ایک شخص نے دوسرے کو اپنی زکواۃ کی رقم دی تا کہ فقراء میں تقسیم کردے تو وکیل اپنے فقیر بچے اور اپنی فقیر بیوی کو دے سکتا ہے خود اپنے آپ کو نہیں دے سکتا-البتہ اگر یوں کہا کہ تم جہاں چاہو اس کو خرچ کرو تو پھر وکیل مستحق ہونے پر خود بھی لے سکتا ہے-

وکیل کا فقیر بچہ اگر نابالغ ہو تو وکیل اسکو اپنے موکل کی زکواۃ صرف اس وقت دے سکتا ہے جب وہ وکیل خود فقیر ہو کیونکہ اگر باپ غنی ہو تو نابالغ بچے کو بھی غنی شمار کیا جاتا ہے-

۲-اگر معطی نے وکیل کو کسی خاص شخص کو زکواۃ دینے کو کہا تو وکیل کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کی مخالفت کرے اور اگر مخالفت کر کے کسی اور کو دے گا تو اس پر تاوان آئے گا-

۳-ادائیگی زکوۃ کے وکیل نے اگر موکل کی دی ہوئی رقم اپنے پاس روک لی اور اپنے مال میں سے موکل کی زکواۃ ادا کی اور اس نیت سے ادا کی کہ موکل کی دی ہوئی رقم خود رکھ لے گا تو یہ صحیح ہے-

لیکن اگر وکیل یہ چاہے کہ وہ پہلے موکل کی رقم خرچ کرلے پھر اپنے پاس سے موکل کی زکواۃ ادا کر دے تو یہ جائز نہیں-

۴-معطی زکواۃ کا وکیل اپنے موکل کی اجازت کے بغیر آگے کسی دوسرے کو وکیل بنا سکتا ہے-

۵-اگر وکیل نے اپنے موکلین کی زکواۃ کو یکجا کر دیا تو وکیل پر تاوان آئے گا اور جو کچھ وہ فقراء کو دے گا وہ اس کی اپنی جانب سے تبرع شمار ہوگا-البتہ اگر فقراء کو دینے سے پہلے موکلین نے اجازت دیدی یا عرف کی بنا پر دلالۃ اجازت پائی جاتی ہو تو پھر جائز ہے-

البتہ اگر فقراء کا وکیل ہو تو وہ مختلف لوگوں سے حاصل کی ہوئی زکواۃ کو یکجا کر سکتا ہے-

وکالت شرکت

شرکت معاوضہ اور شرکت عنان دونوں میں ایک شریک دوسرے کا وکیل ہوتا ہے اس مال میں جو اس کے لیے واجب ہوتا ہے-

وکالت مضاربت

مضاربت میں جب تک نفع نہ ہو مضارب رب المال کا محض وکیل ہوتا ہے-اور نفع ہو جانے کے بعد شریک بن جاتا ہے-

کوئی مال تلف کرنے کا حکم دینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) کسی شخص کا حکم صرف اس کے اپنے مال میں جاری ہوتا ہے۔ مثلاً ایک نے دوسرے کو کہا کہ یہ مال اٹھاؤ اور دریا میں ڈالدو مامور نے اٹھا کر دریا میں ڈال دیا جب کہ وہ جانتا ہے کہ وہ مال آمر کا نہیں ہے کسی اور کا ہے تو مال کا مالک مامور سے تاوان طلب کر سکتا ہے اور آمر کے ذمے کچھ نہ ہوگا الا یہ کہ آمر نے مامور کو دھمکی دے کر اس کو کرنے پر مجبور کیا ہو۔ وجہ یہ ہے کہ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کی جاتی ہے آمر کی طرف نہیں جب تک آمر نے جبر نہ کیا ہو۔ لہذا حکم کی نسبت بھی فاعل یعنی مامور کی طرف کی جائے گی۔ (مجلہ مادہ ۱۵۱۰)

اگر آمر نے مامور پر جبر کیا ہو اور دھمکی کو پورا کرنے پر اس کو قدرت بھی حاصل ہو یا آمر عاقل بالغ ہو اور مامور بچہ ہو یا مامور کو علم نہ ہو کہ جس مال کو تلف کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ آمر کا نہیں ہے تو ان سب صورتوں میں تاوان اولاً مامور پر آتا ہے کیونکہ فعل کی علت وہی ہے پھر تاوان آمر کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ اس میں بھی علت کا معنی پایا جارہا ہے لہذا تاوان کا قرار اسی پر ہوگا۔ (شرح مجلہ ص ۵۰۸ ج ۴)

© rasailojaraid.com